خلافت راشدہ | یا اللہ مدد | حق چار یارؓ

اصلی کلمہ اسلام

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ

الکلام الفصیح فی رکعات التراویح

نماز تراویح

اور

مذاہب اہل حدیث

مؤلفہ

حافظ عبد الحق خان بشیر نقشبندی

چیئرمین حق چار یارؓ اکیڈمی گجرات

ناشر

حق چار یارؓ اکیڈمی

مدرسہ حیات النبی، محلہ حیات النبی گجرات

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رکعات تراویح

اور

مذاہب اہل حدیث

مولف

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

ناشر

حق چار یار اکیڈمی

جامع مسجد حیات النبیؐ، محلہ حیات النبیؐ، گجرات

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	....	رکعات تراویح اور مذاہب اہل حدیث
مولف		حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی
ناشر		حق چار یارؓ اکیڈمی، محلہ حیات النبیؐ، گجرات
صفحات		۱۵۲
تعداد		۱۱۰۰
طبع اول		اکتوبر ۲۰۰۲ء
قیمت		۴۸ روپے

ملنے کے پتے

مدنی جامع مسجد، چکوال

جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہؒ واٹر سپلائی روڈ سرگودھا

دفتر ماہنامہ حق چار یار، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور

مکتبہ صفدریہ، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

مکہ کتاب گھر، اردو بازار، لاہور

قاری محمد ریاض، مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہرست عنوانات

دیباچہ ۱۱

باب اول: عہد نبویؐ کی جماعت تراویح اور مختلف نقطہ ہائے نظر

عہد نبویؐ کی جماعت تراویح ۱۳

عہد نبویؐ میں عمل صحابہ ۱۴

مختلف نقطہ ہائے نظر ۱۶

پہلا نقطہ نظر ۱۶

دوسرا نقطہ نظر ۱۶

تیسرا نقطہ نظر ۱۷

قادیانیت، رافضیت اور غیر مقلدیت کی فکری وحدت ۱۷

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہیں؟ ۱۸

پہلی دلیل: تہجد قرآنی مسئلہ ہے ۱۸

دوسری دلیل: تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی تھی ۱۹

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۲۰

تیسری دلیل: نماز تہجد پیغمبرؐ پر فرض تھی ۲۰

بلیغ اشارہ ۲۲

چوتھی دلیل: تہجد کا وقت بعد النوم ہے ۲۲

پانچویں دلیل: دونوں کے ابواب جدا جدا ہیں ۲۳

چھٹی دلیل: فرامین پیغمبر ﷺ ۲۳

ساتویں دلیل: سیرت رسول ﷺ ۲۴

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نکتہ عجیبہ	۲۵
آٹھویں دلیل: عہد نبویؐ کا واقعہ	۲۶
نویں دلیل: صحابیؓ کا عمل	۲۶
دسویں دلیل: دوسرے صحابیؓ کا عمل	۲۷
ایک مغالطہ اور اس کا جواب	۲۷
گیارہویں دلیل: امام بخاریؒ کا عمل	۲۹
بارہویں دلیل: رکعات تہجد مقرر نہیں	۲۹
تیرہویں دلیل: کیفیت تہجد متعین نہیں	۲۹
چودہویں دلیل: اسلاف کے اقوال وعمل	۳۰
پندرہویں دلیل: غیر مقلد علما کے اقوال وعمل	۳۱
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۱
لطیفہ	۳۱
کیا وتر اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟	۳۲
دلیل اول	۳۲
دلیل دوم	۳۳
دلیل سوم	۳۳
دلیل چہارم	۳۳
دلیل پنجم	۳۴
دلیل ششم	۳۵
دلیل ہفتم	۳۶

باب دوم: عہد نبویؐ کی رکعات تراویح

پہلی روایت: حدیث عائشہ صدیقہؓ	۳۶
جواب اول: سیاق کلام	۳۷
جواب دوم: چار چار رکعت	۳۸

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جواب سوم: بلا جماعت ۳۸

جواب چہارم: گھر میں ۳۸

جواب پنجم: کتاب التہجد میں ۳۸

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۳۸

جواب ششم: رمضان میں کثرت صلوٰۃ ۳۹

جواب ہفتم: حدیث عائشہؓ کی اضطرابی کیفیت ۳۹

اضطرابی کیفیت کا پہلا پہلو: اختلاف رکعات ۴۰

رکعات تہجد اور اقوال سلف ۴۱

رکعات تہجد اور اقوال غیر مقلدین ۴۱

غیر مقلدین سے سوال ۴۲

اضطرابی کیفیت کا دوسرا پہلو: اختلاف کیفیت ۴۲

تیرہ رکعات کی مختلف کیفیات ۴۲

گیارہ رکعات کی مختلف کیفیات ۴۲

نو رکعات کی مختلف کیفیات ۴۳

جواب ہشتم: اقوال ائمہ امتؒ ۴۴

دوسری روایت: حدیث جابر بن عبد اللہؓ ۴۵

پہلی حدیث جابرؓ ۴۵

حاصل بحث ۴۶

دوسری حدیث جابرؓ ۴۷

تیسری حدیث جابرؓ ۴۷

تیسری روایت: حدیث عبد اللہ ابن عباسؓ ۴۹

نقشہ احادیث تراویح ۵۰

حدیث ابن عباسؓ سے ائمہ کا استدلال ۵۱

حدیث جابرؓ کی توثیق کرنے والے اکابر کا استدلال ۵۱

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۵۴

Telegram : t.me/pasbanehaq1

غیر مقلدین کا دوہرا معیار ۵۴
مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کا فیصلہ ۵۶
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۵۶
حاصل بحث ۵۶

باب سوم: سنت خلفائے راشدینؓ

عہد صدیقیؓ میں نماز تراویح ۵۹
عہد فاروقیؓ کی جماعت تراویح ۶۰
دوسرا سرکاری حکم ۶۲
قیام رمضان با جماعت کا اجرا یا احیا؟ ۶۳
عہد فاروقیؓ کی رکعات تراویح ۶۴
پہلی روایت ۶۴
غیر مقلدانہ معیار ۶۵
دوسری روایت ۶۵
تیسری روایت ۶۷
پہلا اعتراض ۶۸
دوسرا اعتراض ۶۸
تیسرا اعتراض ۶۸
چوتھی روایت ۶۹
پانچویں روایت ۶۹
الشیخ البانیؒ کا عجیب اعتراض ۶۹
چھٹی روایت ۷۰
ساتویں روایت ۷۰
آٹھویں روایت ۷۰
نویں روایت ۷۱

Telegram : t.me/pasbanehaq1

دسویں روایت ۷۲
گیارہویں روایت ۷۲
بارہویں روایت ۷۲
تیرہویں روایت ۷۳
لطیفہ: غیر مقلدین کی علمی بے بسی ۷۴
چودہویں روایت ۷۴
پندرہویں روایت ۷۴
سولہویں روایت ۷۵
سترہویں روایت ۷۶
مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ کا فیصلہ ۷۶
اسلاف امت کا استدلال ۷۶
نقشہ نمبر ۱ ۷۸
نقشہ نمبر ۲ ۸۰
غیر مقلدین سے ایک سوال ۸۱
روایات میں تطبیق ۸۲
حاصل بحث ۸۴
عہد عثمانیؓ اور عہد علویؓ میں قیام رمضان ۸۵
تعصب یا جہالت؟ ۸۸
حضرت علیؓ کی دعائیں حضرت عمرؓ کے لیے ۸۹
سنت خلفائے راشدین کی شرعی حیثیت
حاصل بحث

باب چہارم: تعامل خیر القرون

صحابہ کرامؓ اور رکعات تراویح ۹۲
تعامل صحابہؓ کی شرعی حیثیت ۹۳

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تراویح مدینہ منورہ میں ۹۵

(۱) مدینہ منورہ کے اندر رکعات تراویح میں تغیر کب اور کتنا آیا؟ ۹۵

(۲) رکعات میں اضافہ کیوں ہوا؟ ۹۶

مسئلہ ۹۷

ضروری وضاحت ۹۷

(۳) اضافی رکعات کی مسنون حیثیت ۹۸

(۴) مدینہ منورہ میں تراویح کی چودہ سوسالہ تاریخ ۹۹

تراویح مکہ مکرمہ میں ۱۰۱

تعامل تابعین و تبع تابعین ۱۰۲

باب پنجم: رکعات تراویح اور اجماع امت

(۱) بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے ۱۰۶

فقہ حنفی اور رکعات تراویح ۱۰۷

فقہ مالکی اور رکعات تراویح ۱۱۰

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۱۲

فقہ شافعی اور رکعات تراویح ۱۱۲

ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۱۴

فقہ حنبلی اور رکعات تراویح ۱۱۴

فقہ ظاہری اور رکعات تراویح ۱۱۶

اجماع امت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ۱۱۶

اجماع سے کن لوگوں کا اجماع مراد ہے؟ ۱۱۶

اجماع حجت شرعیہ ہے ۱۱۷

حاصل بحث ۱۲۱

اتمام حجت ۱۲۱

اتباع سواد اعظم ۱۲۱

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب ششم: اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح

متواتر و متوارث اصطلاح ۱۲۳
تراویح کا لغوی مفہوم ۱۲۴
تراویح کا اصطلاحی مفہوم ۱۲۴
تراویح کا شرعی مفہوم ۱۲۵
اصطلاح کی بناء اجتہاد ۱۲۶
یہ اصطلاح کب شروع ہوئی؟ ۱۲۷
دل چسپ لطیفہ ۱۲۷
استراحت کی شرعی حیثیت ۱۲۸
دوران استراحت حکم ۱۲۸
تعداد تراویح ۱۲۹
پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کا حکم ۱۳۰

باب ہفتم: سنن التراویح

(۱) تراویح سنت موکدہ ہے ۱۳۱
(۲) تراویح کی بیس رکعت سنت موکدہ ہیں ۱۳۳
(۳) تراویح مساجد میں ادا کرنا سنت ہے ۱۳۴
(۴) تراویح با جماعت سنت ہے ۱۳۴
(۵) تراویح میں ختم قرآن سنت ہے ۱۳۶
غیر مقلدین سے ایک سوال ۱۳۶

باب ہشتم: مذاہب غیر مقلدین

پہلا مذہب: تراویح بدعت ضلالت ہے ۱۳۷
دوسرا مذہب: تراویح بدعت حسنہ ہے ۱۳۸
تیسرا مذہب: تراویح نفلی عبادت ہے ۱۳۹
چوتھا مذہب: تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے ۱۳۹

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پانچواں مذہب: تہجد وتراویح جدا جدا نمازیں ہیں ١٤٠
چھٹا مذہب: حضورؐ نے تراویح کے علاوہ تہجد کی نماز نہیں پڑھی ١٤٠
ساتواں مذہب: حضورؐ سے تراویح کے علاوہ تہجد ثابت ہے ١٤١
آٹھواں مذہب: قیام رمضان اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں ١٤١
نواں مذہب: تراویح با جماعت اور بلا جماعت دونوں صورتوں میں درست ہے ١٤٢
دسواں مذہب: تراویح بغیر جماعت کے جائز نہیں ١٤٢
گیارہواں مذہب: پورا مہینہ با جماعت تراویح غیر مسنون ہے ١٤٢
بارہواں مذہب: تہجد وتراویح کی الگ الگ گیارہ رکعتیں ہیں ١٤٣
لطیفہ ١٤٤
تیرہواں مذہب: تراویح گھروں میں پڑھنا افضل ہے ١٤٤
چودہواں مذہب: تراویح کی رکعات متعین نہیں ١٤٥
پندرہواں مذہب: رکعات تراویح کا تعلق امور اجتہادیہ سے ہے ١٤٥
سولہواں مذہب: تراویح میں گیارہ رکعات مسنون، باقی بدعت ہیں ١٤٦
سترہواں مذہب: تراویح کی گیارہ رکعات مسنون، باقی مستحسن ہیں ١٤٦
مولانا امرتسریؒ کا فتویٰ ١٤٧
مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ بن بازؒ کا فتویٰ ١٤٨
اٹھارہواں مذہب: بیس تراویح سنت خلفاء راشدینؓ ہے ١٥٠
تازیانہ عبرت ١٥١
سوال نامہ ١٥١

Telegram : t.me/pasbanehaq1

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم ۔ اما بعد

ہمارے ہاں اہل سنت و جماعت میں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہل سنت و جماعت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک نماز تراویح ایک مستقل اور مسنون عبادت ہے جو اپنی معنویت و کیفیت اور اپنے مخصوص نتائج و ثمرات کے حوالے سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے یہ مستقل عبادت کی غیر مستقل، عارضی اور وقتی صورت ہرگز نہیں جیسا کہ عصر حاضر کے غیر مقلدین حضرات نے تہجد کی متبادل وقتی صورت کے حوالے سے متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ فرمان نبوی کی روشنی میں نماز تراویح حصول اجر و ثواب اور امید نجات و مغفرت کا ایک نمونہ ذریعہ ہے جس کے ادا کرنے والے کے لیے غفر له ما تقدم من ذنبه کی نبوی سند موجود ہے۔

لیکن بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند کے برطانوی عہد میں فرنگی سامراج کی ریشہ دوانیوں اور پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے تحت غیر مقلدین کے نومولود فرقے نے حصول برکات کے اس خاص دینی عنوان کو بھی کارزار بنا کر تفرقہ و انتشار کی بھینٹ چڑھا دیا اور رمضان مبارک کے بابرکت و پر عظمت مہینہ میں رکعات تراویح کے نام سے ایسا دنگل کھڑا کر دیا کہ جس میں امت کو اپنے پرامن سلامتی ہونے کا افسوس جاتا رہا کیونکہ رمضان المبارک میں بھی اس کی تحریک منتشر رقابت و قیادت اور کدورتیں پیدا ہو گئے۔ یہ ایک مسلمہ اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ برصغیر کے فرنگی اقتدار سے قبل رکعات تراویح کے عنوان پر بحث و مناظرے کے آثار کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ تفریق مفسدوں کی بھی مہم جو کہنے کے لیے سارا ایندھن فرنگی سامراج کا فراہم کردہ ہے یعنی جس مسئلہ پر پوری امت مسلمہ کے اندر قریبا ڈیڑھ ہزار

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وحدت موجود تھی، اسے بھی متنازعہ بنا کرامت کی وحدت پارہ پارہ کردی گئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زیرِنظر رسالہ ''الکلام الفصیح فی رکعات التراویح'' تقریباً دوسال قبل ترتیب دیا گیا تھا لیکن دیگر مصروفیات کی وجہ سے اس پرنظر ثانی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدراوکاڑوی نور اللہ مرقدہ اس کا بے ترتیب ومنتشر مسودہ ملاحظہ فرما چکا تھے اور جلد اس کی اشاعت پر مصر تھے لیکن قانون قدرت کے تحت وہ اس کی اشاعت تک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور مطبوعہ حالت میں اسے ملاحظہ نہ فرما سکے۔البتہ یہ چیز میرے لیے قابل مسرت واطمینان ہے کہ اس رسالہ کا کثیر حصہ ان کی نظر سے گزر چکا ہے۔خدا تعالیٰ ان کی قبر پر اپنی ان گنت رحمتیں برسائے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

اس رسالہ میں اہل سنت والجماعت کے متواتر ومتوارث نظریہ رکعات تراویح کی ترجمانی کی گئی ہے۔اپنے ناقص علم وفہم کے مطابق ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ زیر بحث مسئلہ کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہ رہے اور ہر پہلو پر مدلل وضروری بحث کرلی جائے۔اس مقصد میں ہم کہاں تک کامیاب ہو سکے ہیں؟ یہ فیصلہ کرنا قارئین کرام کا کام ہے۔بہر حال بشری کمزوریوں کے تحت رونما ہونے والی اغلاط اور کوتاہیوں پر ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں اور حضور الٰہی میں دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ اس رسالہ کو جملہ اہل اسلام کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بنائے۔آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

خاکپائے احناف وننگ اسلاف

عبدالحق خان بشیر

مدرسہ حیات النبیؐ، محلہ حیات النبیؐ، گجرات

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب اول

عہد نبوی ﷺ کی جماعت تراویح اور مختلف نقطہ ہائے نظر

اہل سنت والجماعت کے عقائد وافکار کی روشنی میں احکامات شرعیہ کے بنیادی مآخذ صرف قرآن وسنت ہیں اور یہی دستور اسلامی کا ''سپریم لا'' ہیں۔ باقی تمام دلائل شرعیہ جزوی، ذیلی اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس اظہار حقیقت کے بعد یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ہمارا زیر بحث موضوع (قیام رمضان) قرآنی احکامات سے ہرگز متعلق نہیں بلکہ اس کا تمام تر انحصار سنت نبویؐ اور اس کے ذیلی دلائل (یعنی سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہ کرامؓ اور اجماع امت وغیرہ) پر ہے اس لیے پہلے ہم عہد نبوی کی اس باجماعت نماز کا جائزہ لیں گے جو اس مسئلہ کی اساس وبنیاد ہے۔

عہد نبوی کی جماعت تراویح

اس بارے میں کتب احادیث کے اندر چار روایات مذکور ہیں۔ آیئے پہلے وہ ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ پورا مہینہ آپ نے (فرائض کے علاوہ) ہمیں کوئی نماز نہ پڑھائی۔ جب مہینہ ختم ہونے میں سات دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں ایک تہائی رات تک نماز پڑھائی۔ اگلی رات ہمیں نماز نہ پڑھائی۔ پانچ دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں نصف رات تک نماز پڑھائی۔ اگلی رات پھر نماز نہ پڑھائی۔ تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں اختتام سحری کے قریب تک نماز پڑھائی۔ پھر اس کے بعد نماز نہ پڑھائی۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۵۔ ترمذی ج ا ص ۱۲۶۔ نسائی ج ا ص ۱۸۲۔ ابن ماجہ ص ۹۵)

(۲) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں رمضان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

المبارک کی تیئیسویں شب کو تہائی رات تک، پچیسویں شب کو نصف رات تک اور ستائیسویں شب کو اختتام سحری کے قریب تک نماز پڑھائی۔ (نسائی ج ا ص ۱۸۲۔ قیام اللیل للمروزیؒ ص ۱۵۴)

(۳) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ماہ رمضان میں مسجد کے اندر کپڑے کا ایک خیمہ بنوایا اور رمضان المبارک میں کئی رات تک اس میں نماز پڑھی حتیٰ کہ لوگ بکثرت جمع ہو کر آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک رات لوگ بکثرت جمع ہوئے مگر آپ اپنے خیمہ سے باہر تشریف نہ لائے۔ لوگوں نے آوازیں بلند کیں اور خیمہ کے دروازہ پر کنکریاں پھینکیں تا کہ آپ باہر نکل کر نماز پڑھائیں۔ آپ غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارا یہ عمل جاری رہا تو مجھے خطرہ ہے کہ یہ نماز تم پر کہیں فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اسے قائم نہ رکھ سکو۔ جاؤ اپنے گھروں میں جا کر یہ نماز پڑھو کیونکہ فرائض کے علاوہ تمہاری بہترین نماز وہی ہے جو گھروں میں ادا کی جائے۔ (بخاری ج ا ص ۱۰۱۔ مسلم ج ا ص ۲۶۶)

(۴) ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان کی ایک شب مسجد کے اندر نماز پڑھی اور چند صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ دوسری رات لوگ زیادہ جمع ہوئے اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ تیسرے یا چوتھے روز لوگ بکثرت جمع ہوئے مگر آپ باہر تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت لوگوں سے فرمایا، تمہارا حال مجھ سے پوشیدہ نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ نماز بھی تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اسے قائم کرنے سے قاصر رہو۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۹۔ مسلم ج ا ص ۲۵۹۔ ابوداؤد ج ا ص ۹۵)

یہی وہ باجماعت نماز نبوی ہے جسے قیام رمضان کا نام دیا گیا ہے اور قیام رمضان کی مسنون حیثیت عملی اعتبار سے اسی جماعت کے محور پر گھومتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کی اقتدا میں یہ نماز پڑھی لیکن ان کے جوش عبادت میں شدت کی وجہ سے شفقت نبوت نے خوف فرضیت کی بنا پر ان کو اس باجماعت نماز سے منع فرمادیا کہ شاید بعد کی امت اسے قائم رکھنے سے قاصر رہے۔

عمل نبوی میں عمل صحابہ

روایات صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق خوف فرضیت کی بنا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پر صحابہ کرامؓ نے اقتداء پیغمبرؐ میں تو قیام رمضان با جماعت ترک کر دیا لیکن انفرادی طور پر اور متفرق جماعتوں کی صورت میں اس نماز کا سلسلہ جاری رکھا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

کان الناس یصلون فی المسجد فی رمضان اوزاعا یعنی صحابہ کرامؓ ٹولیوں کی صورت میں مسجد کے اندر نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۵) امام بغویؒ اور علامہ عینیؒ لفظ اوزاع کا معنی متفرق جماعتیں کرتے ہیں۔ (شرح السنۃ ج ۲ ص ۱۱۹۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶) اور حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ وحاصلہ ان بعضھم کان یصلی منفردا وبعضھم یصلی جماعۃ یعنی عہد نبویؐ میں بعض صحابہؓ قیام رمضان انفرادی طور پر ادا کرتے اور بعض جماعت کرا لیتے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۲)

حضرت ثعلبہ بن مالک القرظی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''ماہ رمضان کی ایک شب آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ کچھ لوگ مسجد کے کونے میں با جماعت نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ کچھ لوگوں کو زیادہ قرآن پاک یاد نہیں، اس لیے وہ ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں قرآن پاک سن رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، قد احسنوا۔ یہ اچھا کر رہے ہیں۔ یا فرمایا، قد اصابوا۔ یہ صحیح کر رہے ہیں۔ ولم یکرہ ذالک لھم اور ان کے اس عمل کو آپ نے ناپسند نہ فرمایا۔'' (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۳۹)

یعنی عہد نبویؐ میں اقتداء پیغمبرؐ کی با جماعت نماز کا سلسلہ ختم ہونے کے باوجود قیام رمضان بھی جاری تھا اور صحابہ کرامؓ کے عمل کی صورت میں متفرق جماعتوں کا سلسلہ بھی موجود تھا جو آنحضرت ﷺ کے علم میں تھا اور آپ نے اس سلسلے کو ناپسند نہیں فرمایا جو آپ کی تقریری سنت ہونے کی دلیل ہے البتہ اس کی مسنون صورت متعین نہ ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ یہ نماز انفرادی طور پر پڑھ لیتے اور بعض چھوٹی چھوٹی متفرق جماعتیں کرا لیتے۔

نوٹ: یہاں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مذکورہ نماز میں رکعات کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی یہ نماز غیر متعین رکعات پر مبنی تھی ورنہ یہ بات ناقابل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فہم اور نا قابل تسلیم ہے کہ جماعت صحابہؓ کی کثیر تعداد ایک نماز کو مستقل طور پر ادا کرے اور اس نماز کی مسنون متعین رکعات ان کے حوالے سے منقول و مذکور نہ ہوں اور پھر بخاری و مسلم کے حوالے سے حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت میں گزر چکا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کے خیمہ سے باہر تشریف نہ لانے پر آوازیں بلند کیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سورۂ حجرات کی ان آیات کے نزول سے قبل کا ہے جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اپنی آواز بلند کرنے اور آپ کو حجرہ کے باہر سے آوازیں دینے کو اعمال ضائع ہونے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور حبط اعمال کی یہ آیات قبیلہ بنوتمیم کے وفد کی آمد پر نازل ہوئیں جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حجرہ کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینی شروع کیں اور یہ وفد محرم الحرام ۹ ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ (سیرت المصطفیٰ ج ۳ ص ۴۷۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۸۵) جبکہ ۸ ہجری کا رمضان حضور علیہ السلام کا فتح مکہ کی مہم میں صرف ہوا اور ۱۱ ہجری کے ربیع الاول میں آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس اعتبار سے اگر حضرت زید بن ثابتؓ کا واقعہ قیام رمضان ۷ ہجری میں بھی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے عہد نبوی کے تین رمضان گزارے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اگر قیام رمضان کی رکعات متعین تھیں تو ہر سال پورے شوق و اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کے باوجود صحابہ کرامؓ سے ان کی متعین رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا؟

مختلف نقطہ ہائے نظر

سب سے پہلے زیر بحث مسئلے سے متعلق ان نقطہ ہائے نظر کا جائزہ لینا ضروری ہے جو قیام رمضان کے بارے میں اب تک سامنے آچکے ہیں اور ہمارے ناقص مطالعہ کے مطابق وہ تین ہیں:

پہلا نقطہ نظر: اس بارے میں پہلا نقطہ نظر جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے جو قیام رمضان کو ایک مسنون اور مستقل عبادت قرار دیتے ہیں۔ کسی مستقل عبادت کی ثانوی یا غیر مستقل صورت تسلیم نہیں کرتے۔ زیر نظر رسالہ میں بحمد اللہ تعالیٰ اسی نقطہ نظر کی وضاحت و ترجمانی کی گئی ہے۔

دوسرا نقطہ نظر: اس بارے میں دوسرا نقطہ نظر عصر حاضر کے بعض غیر مقلدین کا ہے جو قیام رمضان کی مسنون حیثیت کو تو تسلیم کرتے ہیں (اگرچہ ان میں سے بعض اسے بدعت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وضلالت بھی قرار دیتے ہیں۔ اس کی تفصیلات آخری باب میں ملاحظہ فرمایئے) لیکن اس کی مستقل حیثیت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں یعنی نہ تو وہ روافض کی طرح اس کی مشروعیت سے انکاری ہیں اور نہ اہل سنت کی طرح اس کی مستقل حیثیت کے اقراری بلکہ ان دونوں کے درمیان اپنا ایک جداگانہ مسلک رکھتے ہیں کہ قیام رمضان اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ چنانچہ

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ

''بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اس کی کوئی دلیل حدیث سے نہیں ملتی۔'' (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

ایک اور غیر مقلد محقق حکیم محمد صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ

''حضور ﷺ جو تہجد اور وتر غیر رمضان میں نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے، رمضان میں وہی تہجد اور وتر تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد عشا پڑھ لیتے تھے۔'' (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۰)

حالانکہ تراویح بعد کی اصطلاح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تراویح کے نام سے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی۔

تیسرا نقطہ نظر: اس بارے میں تیسرا نقطہ نظر روافض کا ہے جو باجماعت قیام رمضان کو بدعت وضلالت قرار دیتے ہیں چنانچہ روافض کی مستند کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ

''اے لوگو، رمضان کی راتوں میں نوافل کی جماعت اور اس کے لیے اجتماع بدعت ہے، گناہ ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔'' (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۸۸)

عصر حاضر کے منکرین حدیث بھی اسی تیسرے نقطہ نظر کے موید ہیں چنانچہ ان کے پیشوا مولوی عبد اللہ چکڑالوی (جو پہلے غیر مقلد تھے، بعد میں ترقی کر کے منکر حدیث بن گئے) نے ایک رسالہ ''البیان الصریح لاثبات کراہۃ التراویح'' کے نام سے تحریر کیا جس میں قیام رمضان کو بدعت وضلالت ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔

قادیانیت، رافضیت اور غیر مقلدیت کی فکری وحدت

اپنے اپنے مخصوص عقائد ونظریات کے اعتبار سے قادیانیت، رافضیت اور غیر مقلدیت تینوں الگ الگ مکاتب فکر ہیں لیکن اہل سنت والجماعت بالخصوص احناف کے خلاف متعدد مقامات پر ان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تینوں کے درمیان بعض مسائل میں فکری وحدت و یک جہتی پائی جاتی ہے۔ انہی میں سے ایک فکر تہجد وتراویح کو ایک نماز قرار دینے کی ہے۔ روافض بھی تہجد وتراویح کو غیر مقلدین کی طرح ایک ہی نماز قرار دے کر اس کی گیارہ رکعات مانتے ہیں چنانچہ ان کی مستند کتب میں لکھا ہے کہ:

''عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق سے قیام رمضان کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ سنت فجر اور وتر سمیت تیرہ رکعتیں ہیں۔'' (من لایحضرہ الفقیہ ج۲ ص۸۹)

اور روافض کے عصر حاضر کے امام آیت اللہ الخمینی لکھتے ہیں کہ پہلے آٹھ رکعات نماز تہجد کی نیت سے دو دو رکعت کر کے نماز صبح کی طرح پڑھیں گے، پھر دو رکعت نماز شفع کی نیت سے پھر ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے پڑھیں گے۔ (آئین سعادت ص۱۸۱)

بعینہ یہی نقطہ نظر قادیانیوں کا ہے جو ان کی فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئی فقہ احمدیہ ص ۳۸ میں مذکور ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں کہ:

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۸۹۵ء میں مجھے تمام ماہ رمضان قادیان میں گزارنے کا اتفاق ہوا اور میں نے تمام مہینہ حضرت (مرزا قادیانی) صاحب کے پیچھے نماز تہجد یعنی تراویح ادا کی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ وتر اول شب پڑھ لیتے اور نماز تہجد ۸ رکعات آخر شب میں ادا فرماتے۔'' (سیرت المہدی ج۲ ص۱۲) گویا

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو دونوں ہم در جاناں پہ جا ملے

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہیں؟

مذکورہ تینوں نقطہ ہائے نظر میں سے اب ہم اس نقطہ نظر پر بحث کریں گے جو دلائل و براہین کی روشنی میں صداقت پر مبنی ہے اور اس کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہے اور وہ نقطہ نظر جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے جو تہجد اور تراویح کو دو الگ الگ اور مستقل نمازیں قرار دیتے ہیں۔ آیئے ان کے دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

پہلی دلیل: تہجد قرآنی مسئلہ ہے

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ قیام رمضان کا تعلق سنت نبوی سے ہے جبکہ تہجد خالص قرآنی مسئلہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہے۔سورہ مزمل کی ابتدائی آیات اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت فتهجد به نافلة لك اس پر صریح دلیل ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں۔

(دوسری دلیل) تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی تھی

اوراق گزشتہ میں بصراحت گزر چکا ہے کہ قیام رمضان کا باجماعت سلسلہ خوف فرضیت کی وجہ سے ترک کیا گیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز تہجد ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ نماز تہجد مکی زندگی میں کچھ عرصہ تک فرض رہ چکی تھی جس کے بعد اس کی فرضیت منسوخ کر دی گئی لہٰذا دوبارہ اس کی فرضیت کا اندیشہ نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات میں قیام لیل فرض فرمایا۔ایک سال تک آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے یہ فرض نماز ادا کی۔ایک سال بعد سورہ کا آخری حصہ نازل ہوا جس میں تخفیف کا حکم آیا۔فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة تو قیام لیل کی فرضیت ختم ہوگئی اور وہ نفل ہوگیا۔(مسلم ج ا ص ۲۵۶۔ابوداؤد ج ا ص ۱۹۰)

مشہور تابعی حضرت سعید بن الجبیرؒ فرماتے ہیں کہ دس برس تک آپ اور صحابہ کرامؓ قیام کرتے رہے۔دس سال بعد سورۂ مزمل کا آخری حصہ نازل ہوا۔(تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۲۹ ص ۲۵۶)

جمہور ائمہ اہل سنت کے نزدیک ترتیب وحی کے اعتبار سے سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات کا نزول تیسرے نمبر پر ہوا۔پہلے سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات، پھر سورۂ فاتحہ اور پھر سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔اس اعتبار سے گویا بعثت نبوی کے فوراً بعد نماز تہجد فرض ہو چکی تھی۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق ایک سال بعد اور دیگر روایت کے مطابق پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی۔مورخ اسلام حضرت مولانا علامہ سید محمد سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے رات کی نماز دیر تک فرض تھی۔بعد ازیں فاقرء وا ما تيسر من القرآن کی آیت سے یہ منسوخ ہوگیا اور صرف تھوڑی رات تک نماز فرض رہ گئی۔اس کے بعد نماز پنج گانہ نے اس حکم کو بھی منسوخ کر دیا۔''(سیرت النبی ج ۲ ص ۶۹ حاشیہ)

گویا فرضیت کے ایک سال بعد وقت تہجد میں تخفیف ہوئی اور نماز پنج گانہ کے بعد مطلقاً اس کی فرضیت ختم کر کے اسے نفل بنا دیا گیا اور پانچ نمازیں واقعہ معراج میں فرض ہوئیں اور یہ واقعہ معراج

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بتحقیق جمہور۱۰ انبوی میں پیش آیا۔ اب قطع نظر اس سے کہ فرضیت تہجد ایک سال بعد منسوخ ہوئی یا دس سال بعد، دوبارہ اس کی فرضیت کا اندیشہ باقی نہ رہا البتہ قیام رمضان کی فرضیت کا خطرہ موجود تھا جو اس کے مستقل نماز ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ممکن ہے بعض غیر مقلدین یہ دعویٰ کریں کہ تہجد کی دوبارہ فرضیت کا خدشہ صحابہ کرامؓ کے جوش عبادت کی وجہ سے تھا لیکن ان کا یہ دعویٰ بایں وجہ ناقابل تسلیم ہوگا کہ صحابہ کرامؓ کے جوش عبادت کی یہ کیفیت نئی نہ تھی بلکہ مکی زندگی میں وہ اس کیفیت سے پوری طرح گزر چکے تھے چنانچہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب **یا ایھا المزمل** کا نزول ہوا تو لوگ قیام رمضان کی طرح قیام کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) بلکہ حضرت جابرؓ تو فرماتے ہیں کہ رات کو تہجد میں کھڑا ہونا ہم پر ضروری کر دیا گیا تھا۔ ہم نے یہاں تک عبادت کی کہ ہمارے پاؤں متورم ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رخصت اتاری۔ (الترغیب والترہیب ج اص ۴۱)

گویا ان کے قیام لیل میں بھی قیام رمضان کی پوری کیفیت آشکارا تھی اور وہ جوش عبادت کے شدید مراحل اور روحانی لذتوں سے پوری طرح آشنا تھے اس لیے اس کی از سر نو فرضیت کا کوئی اندیشہ نہ تھا البتہ ۲ ہجری میں جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو قیام رمضان کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے اندر شدت پیدا ہونے لگی اس لیے آنحضرت ﷺ کو اس جدید عبادت کی فرضیت کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔

تیسری دلیل: نماز تہجد پیغمبر پر فرض تھی

جمہور ائمہ اہل سنت کے نزدیک نماز تہجد کی فرضیت امت پر تو ساقط ہو چکی تھی لیکن آنحضرت ﷺ پر بدستور باقی تھی جیسا کہ تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۸۳ اور تفسیرات احمدیہ لملا جیونؒ ص ۶۰۵ وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ امام ابونصر مروزیؒ اپنی قیام اللیل میں امام ابو اسحاقؒ، امام مجاہدؒ، امام حسن بصریؒ اور امام ابو امامہؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ **لا تکون نافلۃ اللیل الا للنبی** ﷺ یعنی رات کی نماز صرف حضور علیہ السلام پر فرض تھی۔ (ص ۳۳) اور غیر مقلدین کے سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ:

Telegram : t.me/pasbanehaq1

''(اے پیغمبر ﷺ) رات کے ایک حصے میں نیند سے اٹھ کر قرآن کے ساتھ نماز تہجد پڑھا کر یعنی نماز تہجد میں بھی قرآن ہی پڑھا کر چونکہ تو امت کے لیے ایک نمونہ اور نقشہ ہے۔ تیری اطاعت ان پر واجب ہے۔ اس لیے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تہجد کی نماز کا حکم تجھ کو جو ہوا، تو سب امت پر تہجد کی نماز فرض ہوگئی۔ نہیں بلکہ یہ حکم تیرے حق میں اوروں سے زیادہ ہے۔ تیرے پر فرض ہے، اوروں پر فرض نہیں۔'' (تفسیر ثنائی ج ۲ ص ۲۱۰)

شاید اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

''اگر نیند یا کسی تکلیف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی نماز تہجد رہ جاتی تو آپ دن کے وقت اس کی قضا کرتے اور بارہ رکعات ادا فرماتے'' (نسائی ج ا ص ۱۸۲۔ ترمذی ج ا ص ۱۰۰)

اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ:

(۱) اگر نماز تہجد واقعی آپ پر فرض تھی تو قرآن پاک کی اصطلاحی نماز گیارہ ماہ اپنے اصل نام (یعنی تہجد) سے اور بارہویں مہینہ کسی دوسرے نام (یعنی قیام رمضان) سے کیونکر متعارف ہوسکتی ہے؟ کیا قرآن وسنت میں اس کی کوئی اور نظیر موجود ہے؟

(۲) اور اگر نماز تہجد آپ پر فرض نہ تھی تو اس پر آپ کی مواظبت کی وجہ سے یہ سنت موکدہ کیوں نہیں؟ حالانکہ اہل سنت کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ موجود ہے کہ

جو امور فقط آنحضرت ﷺ کے واسطے خاص تھے (مثلاً ایک وقت میں چار سے زائد شادیاں، اور نیند کا ناقض وضو نہ ہونا وغیرہ) ان کو چھوڑ کر باقی امور میں دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ آپ پر فرض تھا اور امت پر صریح فرض نہیں کیا گیا تو وہ امت پر مستحب ہوتا ہے۔ اگر نہ کریں تو ملامت بھی نہ ہوگی۔ اور اگر وہ آپ پر نفل تھا جس کو برابر مداومت سے ادا کیا تو وہ امت کے واسطے موکدہ سنت ہے۔ نہ کریں تو ملامت کے قابل ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۲۹ ص ۲۵۴) اور علامہ ابن عابدین شامی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ تہجد کے سنت یا مستحب ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے کیونکہ فرامین پیغمبر ﷺ سے اس کا مستحب ہونا ظاہر ہوتا ہے اور آپ کی عملی مواظبت اس کے سنت ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے اس لیے کہ جب کسی نفل عبادت پر آپ کی مواظبت ثابت ہوجائے تو وہ امت کے لیے سنت ہوجاتی ہے اسی لیے جو لوگ تہجد کو آپ کے حق میں فرض نہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مانتے، وہ اسے امت کے لیے سنت قرار دیتے ہیں اور جو لوگ اسے آپ کے لیے فرض مانتے ہیں، وہ اسے امت کے لیے مستحب قرار دیتے ہیں۔ (درمختار ج ۲ ص ۲۴) حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک آپ پر بھی تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی لہٰذا وہ آپ کے لیے بھی نفل ہے اور آپ کی مواظبت کی وجہ سے امت پر سنت موکدہ ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۶۸)

غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ اس بات کی وضاحت کریں کہ قیام رمضان اگر تہجد ہی کا دوسرا نام ہے تو پھر مواظبت کی وجہ سے وہ تہجد و تراویح کو سنت مؤکدہ کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ تفصیلات آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

بلیغ اشارہ

گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کسی عذر کی بنا پر اگر رات کو تہجد کی نماز رہ جاتی تو وہ دن کو بارہ رکعات ادا فرماتے۔ ہمارے ناقص فہم کے مطابق اس میں یہ بلیغ اشارہ موجود ہے کہ تہجد کی اصل رکعات بارہ ہیں۔ (جیسا کہ آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ آپ نے بارہ سے زائد رکعات تہجد ادا نہیں کیں البتہ اس سے کم چار تک بھی آپ نے ادا فرمائی ہیں) لیکن صحت وحالات کی مناسبت سے آپ کو اس میں کمی کا اختیار دیا گیا البتہ قضا ہونے کی صورت میں آپ پوری بارہ رکعات ادا فرماتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ غیر مقلدین کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ قضا ہونے کی صورت میں بہر صورت بارہ رکعات ادا کرنا آٹھ رکعات کے یقینی ہونے کی صاف نفی کرتا ہے۔

• چوتھی دلیل۔ تہجد کا وقت بعد النوم ہے

احادیث صحیحہ کی روشنی میں تہجد کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہے اور تراویح کا وقت نماز عشا کے بعد کا اور یہی جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے چنانچہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ینام اولہ ویقوم آخرہ یعنی آنحضرت ﷺ اول شب نیند فرماتے اور آخر شب تہجد پڑھتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ والتہجد بعد النوم (تفسیر ابن عباس ص ۱۸۱) حضرت شاہ ولی اللہ الحنفی دہلویؒ فرماتے ہیں کہ تہجد کی سنتوں میں سے کہ نیند سے بیدار ہو کر ذکر کرے، مسواک کرے، وضو کرے اور گیارہ یا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تیرہ رکعات پڑھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵۰۱) بعض غیر مقلدین کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد اول رات کا ہے اور تہجد کا آخر رات کا۔ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۶ ص ۲۵۱)

سوال یہ ہے کہ جب دونوں نمازوں کے مسنون اوقات ہی الگ الگ ہیں تو دونوں کی شرعی حیثیت جدا جدا کیوں نہ ہوگی؟

«پانچویں دلیل» دونوں کے ابواب جدا جدا ہیں

ائمہ محدثین نے کتب احادیث کے اندر تہجد اور قیام رمضان کے ابواب جدا جدا قائم کیے ہیں جو ان کے الگ الگ نمازیں ہونے کی دلیل ہیں۔ مثلاً

بخاری ج ۱ ص ۱۵۱ میں تہجد اور ص ۲۶۹ میں قیام رمضان، مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ میں صلوٰۃ اللیل اور ص ۲۵۹ میں قیام رمضان، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۵ میں تہجد اور ص ۱۹۴ میں قیام رمضان، ترمذی ج ۱ ص ۹۹ میں تہجد اور ص ۲۵۹ میں قیام رمضان، نسائی ج ۱ ص ۱۸۱ میں تہجد اور ص ۱۸۲ میں قیام رمضان، ابن ماجہ ص ۹۴ میں تہجد اور ص ۹۵ میں قیام رمضان، موطا امام مالک ص ۹۵ میں قیام رمضان اور ص ۹۹ میں تہجد، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۵ میں تہجد اور ص ۱۱۴ میں قیام رمضان، موطا امام محمد ص ۱۱۷ میں تہجد اور ص ۱۳۸ میں قیام رمضان، قیام اللیل مروزی ص ۱۵ میں تہجد اور ص ۱۵۱ میں قیام رمضان، بلوغ المرام ص ۸۳ میں صلوٰۃ التطوع اور ص ۱۵۲ میں قیام رمضان، ریاض الصالحین ص ۵۱۲ میں تہجد اور ص ۵۱۹ میں قیام رمضان کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

اگر ائمہ حدیث کے نزدیک یہ ایک ہی نماز ہوتی تو وہ ہرگز ان کے الگ الگ ابواب قائم نہ کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین بھی تہجد و تراویح کو حقیقتاً دو ہی نمازیں سمجھتے ہیں کیونکہ اپنی کتب میں بھی وہ ان دونوں کے الگ الگ باب قائم کرتے ہیں مثلاً نواب نور الحسن خان غیر مقلد نے عرف الجادی میں اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے ''رسول اکرم کی نماز'' میں دونوں کے الگ الگ باب قائم کیے ہیں۔

«چھٹی دلیل» فرامین پیغمبر ﷺ

اگر آنحضرت ﷺ کے فرامین وارشادات کی روشنی میں بھی دیکھا جائے تو قیام رمضان کا مستقل نماز ہونا صاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ:

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فرمان نبویؐ ہے کہ کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ (ابن ماجہ ص ۹۵۔نسائی ج ا ص ۱۳۹) اس حدیث کی شرح میں امام کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ وسننت لکم قیامہ کا فرمان نبوی قیام رمضان کی سنیت پر دلالت کرتا ہے اور اس سے بالاجماع تراویح مراد ہے۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۵۷) دوسرے مقام پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: من صام رمضان وقام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه یعنی جس نے ایمان اور فکر صالح کے ساتھ رمضان کا قیام کیا اور رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔
(بخاری ج ا ص ۲۶۹۔ مسلم ج ا ص ۲۵۹)

یہ دونوں احادیث مبارکہ صاف اعلان کر رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک روزے اور قیام دونوں رمضان کی مخصوص عبادات ہیں۔ پہلی من جانب اللہ فرض اور دوسری من جانب رسول سنت ہے۔ چونکہ نماز تہجد تو ترغیب پیغمبرؐ کی بنا پر صحابہ کرامؓ پہلے ہی ادا کر رہے تھے اس لیے اسے کسی نئے عنوان سے مسنون کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے اسی عنوان سے رمضان کے اضافی ثواب کے ساتھ متعارف کرایا جا سکتا تھا جیسے فرض نمازوں اور دیگر عبادات میں رمضان المبارک کے اضافی ثواب کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ نیز نماز تہجد کی نسبت جب قرآن پاک کے اندر خدا تعالیٰ کی طرف موجود ہے تو پھر صرف رمضان کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کو اس کی نسبت اپنی طرف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

ساتویں دلیل، سیرت رسول ﷺ

فرامین پیغمبرؐ کے بعد اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں بھی ہمیں اس حقیقت کا جائزہ لینا ہے کہ کیا واقعی آپ کی رمضان اور غیر رمضان کی نماز ایک تھی یا رمضان کے اندر اس میں کوئی کمی بیشی رونما ہوتی تھی؟ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

> جب ماہ رمضان آتا تو تغیر لونه آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ وکثرت صلوته اور آپ کی نماز میں اضافہ ہو جاتا۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰) یجتهد فی العشر الاواخر ما لا یجتهد فی غیره۔ بقیہ ایام کی نسبت آخری عشرے میں آپ عبادت کے اندر زیادہ کوشش فرماتے۔ (مسلم ج ا ص ۳۷۲)

یعنی غیر رمضان کی نسبت رمضان المبارک کے اندر آپ کی عبادت میں کثرت پیدا ہو جاتی اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اسی کثرت صلوٰۃ کا نام زبان نبویؐ میں قیام رمضان اور اصطلاح شریعت میں تراویح ہے چنانچہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ آپ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ نماز پڑھتے باعتبار رکعت کے بھی اور باعتبار خشوع کے بھی۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۴۵۰) اور نواب صدیق حسن خان غیر مقلدؒ فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں (رمضان کی اضافی) رکعات کی تعیین نہیں آئی البتہ حدیث ما لا یجتهد فی غیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عددها کان كثيرا یعنی رکعات کی تعداد بکثرت تھی۔ (الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

نواب صاحب اس جگہ تین چیزوں کا برملا اعتراف فرما رہے ہیں:

(۱) قیام رمضان مستقل نماز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تہجد و تراویح الگ الگ پڑھتے تھے۔ حوالہ آگے اپنے مقام پر آئے گا ان شاء اللہ۔ (۲) احادیث صحیحہ سے قیام رمضان کی رکعات ثابت نہیں۔ (۳) البتہ رکعات کی تعداد بکثرت تھی۔

اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر حدیث عائشہ صدیقہؓ (یزید فی رمضان و لا فی غیرہ) کو تہجد و تراویح دونوں پر محمول کیا جائے تو کثرت صلوتہ اور ما لا یجتهد فی غیرہ کی روایات عائشہؓ کا مطلب و مفہوم کیا ہوگا؟ کیونکہ بظاہر دونوں دوام پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب ہے کہ آپ رمضان و غیر رمضان میں ہمیشہ گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ان میں اضافہ نہ فرماتے۔ اور دوسری احادیث کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے اندر آپ کی نماز میں ہمیشہ کثرت پیدا ہو جاتی تھی۔ کیا غیر مقلدین ان روایات میں تطبیق پیدا کر سکیں گے؟ جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمارے موقف کے مطابق پہلی حدیث عائشہؓ رمضان و غیر رمضان کی نماز تہجد پر دلالت کرتی ہے اور دوسری روایات عائشہؓ قیام رمضان کی مستقل حیثیت پر لہٰذا دونوں الگ الگ اور مستقل نمازیں ٹھہریں۔

نکتہ عجیبہ

کثرت کا اطلاق یوں تو ایک عدد کی زیادتی پر بھی ہو جاتا ہے لیکن عرفاً اس کا اطلاق تقریباً دوگنا چیز پر ہوتا ہے۔ اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو آپ کے قیام اللیل کا معمول رات کے آخری تہائی حصہ میں تھا جس میں آپ عموماً گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ چونکہ رمضان المبارک میں آپ کا معمول شب بیداری کا تھا اس لیے ایک تہائی کی گیارہ رکعات کے حساب سے تین تہائیوں کی تینتیس رکعات بنتی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہیں۔ تین وتر الگ کر کے فی تہائی دس رکعات رہ جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے غالباً آپ کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ پہلی دو تہائیوں میں بیس رکعات قیام رمضان اور آخری تہائی میں معمول کے تہجد کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ ادا فرماتے۔ نواب صدیق حسن خان کا جملہ ان عددها کان کثیرا بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اٹھارہویں دلیل عہد نبوی کا ایک واقعہ

روایات صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عہد نبویؐ میں بھی تہجد وتر اوتح کو الگ الگ اور مستقل نمازیں تسلیم کرنے کا واضح تصور موجود تھا۔ چنانچہ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ

> عہد نبوی میں ایک بار ہلال رمضان نظر نہ آیا تو فارادوا ان لا یصوموا ولا یقوموا۔ روزہ نہ رکھنے اور قیام نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ اچانک وادی حرہ سے ایک اعرابی نے حاضر خدمت ہو کر چاند دیکھنے کی شہادت دی چنانچہ اس کے ایمان واعتقاد کی تصدیق کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے اعلان کیا: ان یصوموا وان یقوموا۔ لوگو روزہ بھی رکھو اور قیام بھی کرو۔ (دارقطنی ج ۲ ص ۱۵۹)

یہ روایت بھی شہادت دیتی ہے کہ صیام رمضان کی طرح قیام رمضان بھی ہلال رمضان کے ساتھ مشروط ہے ورنہ آپ چاند نظر نہ آنے کی بنا پر قیام رمضان سے منع نہ فرماتے اور طلوع چاند کی اطلاع پر قیام رمضان کا اعلان نہ فرماتے۔ ممکن ہے غیر مقلدین حضرات اس روایت پر یہ اعتراض کریں کہ امام دارقطنی اس روایت کے آخر میں فرماتے ہیں کہ ولم یقل فیه ویقوموا غیر حماد یعنی اس روایت میں یقوموا کے الفاظ حماد کے علاوہ کسی سے منقول نہیں گویا یہ حماد کی زیادت ہے لیکن غیر مقلدین کا یہ اعتراض بایں وجہ ناقابل قبول ہوگا کہ حماد بن سلمہ باتفاق محدثین ثقہ راوی ہے اور ثقہ راوی کی زیادت باتفاق محدثین مقبول ومعتبر ہے۔

انیسویں دلیل صحابی کا عمل

مشہور صحابی رسول حضرت عقبہ بن عامرؓ (جو ہجرت رسول کے وقت مسلمان ہو کر دس سال خدمت رسول میں رہے اور ۵۸ ہجری میں وفات پائی) کے بارے میں امام محمد بن نصر مروزیؒ فرماتے ہیں کہ:

لم یکن عقبة بن عامر اذا رای الهلال رمضان یقوم تلک اللیلة حتی یصوم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یوما ثم یقوم بعد ذالک یعنی حضرت عقبہ بن عامرؓ ہلال رمضان کو دیکھ کر اسی رات قیام رمضان نہ کرتے بلکہ دوسرے دن روزہ رکھنے کے بعد رات کو قیام کرتے۔ (قیام اللیل ص ۱۵۶)

ممکن ہے وہ صوم کی فرضیت اور قیام کی سنیت کا لحاظ کرتے ہوئے فرض کو سنت پر مقدم کرتے ہیں جیسا کہ علامہ احمد بن علی المقریزیؒ (المتوفی ۸۴۵ھ) اسی روایت کے حاشیے میں فرماتے ہیں کہ:

کانہ رضی اللہ عنہ لم یقم اول لیلۃ حذرا من تاخیر ما ھو احق و آکد وھو الصوم لافتراضہ وتقدیم ما ھو دونہ وھو القیام فقدم رمانا ما ھو اقدم رتبۃ و آخر ما ھو الآخر یعنی وہ اس خیال سے روزہ کو قیام پر مقدم کرتے کہ روزہ فرض ہونے کے اعتبار سے مقدم ہے اور قیام فرض نہ ہونے کے اعتبار سے موخر۔ (قیام اللیل ص ۲۱۸ مطبوعہ اہل حدیث اکادمی فیصل آباد)

قطع نظر اس سے کہ قیام کو صوم سے موخر کرنے کی علت کیا تھی؟ یہ حقیقت واضح ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ جیسا جلیل القدر صحابی قیام رمضان کو رمضان ہی کی عبادت جانتا تھا۔

دسویں دلیل دوسرے صحابی کا عمل

تہجد وتراویح کو الگ الگ نماز سمجھنے کی بنا پر صحابہ کرامؓ دونوں کو الگ الگ ہی ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت قیس بن طلقؒ تابعی فرماتے ہیں کہ:

ہمارے والد طلق بن علیؓ (صحابی) ماہ رمضان میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے۔ آپ نے روزہ افطار کیا اور رات کو ہمیں وتر سمیت نماز پڑھائی۔ پھر اپنی مسجد میں تشریف لے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی لیکن وتروں کے لیے کسی اور کو آگے کر دیا اور فرمایا، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۳)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علیؓ نے اول شب گھر کے اندر تراویح پڑھائی اور آخر شب مسجد کے اندر تہجد پڑھائی اور وتر تراویح کے ساتھ ادا فرمائے۔ ان کے اس عمل سے معلوم ہو گیا کہ وہ بھی تہجد اور تراویح کو الگ الگ نماز ہی سمجھتے تھے اور الگ الگ ہی ادا کرتے تھے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

عام طور پر غیر مقلدین یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عہد نبویؐ میں ایام ثلاثہ کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باجماعت نماز کے علاوہ آپ کا کوئی اور نماز پڑھنا ثابت نہیں لیکن ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ .

(۱) جس عمل کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی مداومت ثابت ہو چکی ہو، کیا اس کے لیے ہر روز کے عمل کا علیحدہ ثبوت تلاش کرنا صحیح اور ممکن بھی ہے؟..... (۲) ایام ثلاثہ میں اگر باجماعت نماز کے علاوہ کسی اور نماز کا ذکر موجود نہیں تو کیا یہ عدم ذکر عدم وجود پر دلیل بن سکتا ہے؟.....

(۳) ایام ثلاثہ کی پہلی شب میں آپ ایک تہائی رات تک اور دوسری شب میں نصف رات تک باجماعت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ ان دونوں راتوں کے بقیہ حصے آپ نے کیسے گزارے؟ نیند میں یا عبادت میں؟ اگر عبادت میں گزارے تو وہ عبادت کون سی تھی؟ اگر وہ عبادت نماز تھی (جیسا کہ رات کی عبادت آپ کی نماز ہی ہوتی تھی) تو غیر مقلدین کا دعویٰ باطل اور اگر کوئی اور عبادت تھی تو احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت دیا جائے۔..... (۴) باقی رہی بات تیسری شب کی کہ اس میں باجماعت نماز اختتام سحری کے قریب ختم ہوئی۔ کسی اور نماز کے پڑھنے کا وقت ہی نہیں بچا ہوگا تو اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں اختتام جماعت اور اختتام سحری کے درمیانی وقت کی تعیین بتائی جائے تاکہ فیصلہ کیا جا سکے کہ اس مین نماز تہجد ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ پھر اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس درمیانی وقت میں آپ نے سحری کھائی یا نماز پڑھی؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلت وقت کی بنا پر نماز تہجد رہ گئی ہو جو آپ نے حسب معمول دن کو قضا کر لی ہو۔

غرضیکہ اگر اس کی تحقیق قیاس ہی کی بنیاد پر کرنی ہے تو قیاس غالب یہ کہتا ہے کہ آپ نے نماز تہجد ضرور ادا کی ہوگی جیسا کہ بعض غیر مقلدین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ (تفصیلات آخری باب میں ملاحظہ فرمائیے) جہاں تک ہمارے موقف کا تعلق ہے تو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی الحنفی فرماتے ہیں کہ :

"جناب رسول اللہ ﷺ کے فعل سے صراحتاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب آپ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھا یا نہیں؟ مگر فعل بعض صحابہؓ سے اس کا نشان ملتا ہے۔ اس حدیث (جو قیس بن طلقؓ کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے۔ بشیر) سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہ کرامؓ اتباع رسول اللہ میں نہایت سرگرم تھے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہوگا۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۶۱)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

غور فرمائیے کہ ہمارا استدلال قول محض پر نہیں بلکہ عمل صحابیؓ پر ہے۔

•گیارھویں دلیل: امام بخاریؒ کا عمل

غیر مقلدین حضرات حدیث حضرت عائشہؓ (یزید فی رمضان ولا فی غیرہ) کے حوالے سے یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ چونکہ اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے ہیں اس لئے ان کے نزدیک بھی تہجد وتراویح ایک ہی نماز ہے حالانکہ امام بخاریؒ اس حدیث کو تہجد کے باب میں بھی لائے ہیں اور قیام رمضان کے باب میں بھی جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ اس کو رمضان وغیر رمضان دونوں میں تہجد پر ہی محمول کرتے ہیں اور اس پر ان کا پختہ عمل ہے۔ چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ:

"رمضان کی پہلی رات ہوتی تو امام بخاریؒ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے۔ ہر رکعت میں بیس آیات پڑھتے یہاں تک کہ (اول شب کی نماز میں مہینے کے اندر) ایک قرآن پاک ختم کرتے۔ پھر سحری کے وقت تیرہ رکعات نماز (تہجد) پڑھتے اور اس میں ایک قرآن تین راتوں میں مکمل کرتے۔ (ھدی الساری لحافظ ابن حجر ص ۴۹۲۔ تیسیر الباری نواب وحید الزمان خان ج اص ۴۹۔ نصرت الباری لمولوی عبدالستار امام غربائے اہل حدیث ص ۱۲)

امام بخاریؒ کے اس عمل سے دو باتیں صاف ظاہر ہو جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ امام بخاریؒ حدیث عائشہ صدیقہؓ سے تہجد وتراویح کو ایک ہی نماز ہرگز مراد نہیں لیتے ورنہ خود ان کا اپنا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ دوسری یہ کہ وہ حدیث عائشہ صدیقہؓ (احدی عشرۃ رکعۃ) کو رکعات تہجد کے لیے بھی یقینی دلیل نہیں بناتے ورنہ وہ خود اس کے خلاف عمل کرتے ہوئے بارہ رکعت تہجد ادا نہ کرتے۔

•بارھویں دلیل: رکعات تہجد متعین نہیں

اگلے باب میں ہم اس پر ان شاء اللہ العزیز تفصیلی بحث کریں گے کہ فریقین (اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین) اس بات پر متفق ہیں کہ رکعات تہجد متعین نہیں جبکہ رکعات تراویح کی تعیین (بیس یا آٹھ) پر دونوں فریق متفق ہیں جو دونوں نمازوں کے الگ الگ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

•تیرھویں دلیل: کیفیت تہجد متعین نہیں

اگلے باب میں ہم ان شاء اللہ العزیز اس پر بھی بحث کریں گے کہ فریقین اس بات پر بھی متفق ہیں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہ رکعات تہجد کی طرح کیفیت تہجد بھی متعین نہیں جبکہ تراویح کی کیفیت فریقین کے نزدیک متعین ہے یعنی دو دو رکعت کر کے ادا کرنا جو اس کے مستقل اور تہجد سے الگ نماز ہونے کی دلیل ہے۔

• چودھویں دلیل • اسلاف کے اقوال و عمل

امام بخاریؒ کا عمل بیان ہو چکا ہے کہ وہ تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھتے تھے۔ امام مالک بن انسؒ کے بارے میں امام ابن الحاجؒ فرماتے ہیں کہ:

امام مالکؒ نے فرمایا جبکہ آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے، کہ امام وتر پڑھاتا ہے تو میں نکل آتا ہوں، وتر ان کے ساتھ نہیں پڑھتا۔ پس امام مالکؒ اس بارے میں نمونہ ہیں کہ (تراویح کے بعد) وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے۔ میرے آقا ابو محمدؒ مسجد میں با جماعت تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور گھر آ کر جتنی توفیق ہوتی نفل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ پڑھتے۔ اور فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابو الحسنؒ زیات بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(المدخل لابن الحاج ج ۲ ص ۲۹۹ بحوالہ حدیث اور اہل حدیث ص ۶۸۲)

گویا اسلاف امت کے درمیان یہاں تک اختلاف واقع ہوا کہ وتر نماز تراویح کے ساتھ پڑھنے افضل ہیں یا نماز تہجد کے ساتھ؟؟ اگر وہ دونوں کو الگ الگ نمازیں نہ مانتے تو یہ اختلاف بھی واقع نہ ہوتا چنانچہ

فقہ حنبلی کی مستند کتاب ''مقنع'' میں بہ صراحت مذکور ہے کہ'' رمضان میں بیس رکعات نماز تراویح با جماعت پڑھنے کے بعد وتر بھی با جماعت ادا کرے۔ **فان کان لہ تہجد جعل الوتر بعدہ** لیکن اگر اس نے تہجد پڑھنے ہیں تو پھر وتر تہجد کے بعد پڑھے۔ (ج ۱ ص ۱۷۴) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کے بعد با جماعت نوافل مکروہ ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تعقب (یعنی جماعت کے بعد جماعت) مکروہ ہے۔ حضرت انسؓ بھی اسے مکروہ جانتے تھے۔ پس تراویح کے بعد سو کر اٹھ کے نوافل و تہجد پڑھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۰۴) قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح تہجد کے غیر ہے۔ تہجد کے پڑھنے سے تراویح ساقط نہیں ہوتی۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۹۵) تہجد و تراویح ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریح اور احکام جدا ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۵۳)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ان حوالہ جات سے بھی ظاہر ہے کہ فقہاء حنابلہ اور بالخصوص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک بھی تہجد وتراویح الگ الگ نمازیں ہیں جن کے اپنے اپنے اوقات اور اپنے اپنے احکامات ہیں۔

پندرہویں دلیل: غیر مقلد علما کے اقوال و عمل

غیر مقلدین کے اپنے اسلاف میں سے نواب صدیق حسن خانؒ، نواب وحیدالزمان خانؒ، مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ، اور مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ جیسے علما بھی تہجد وتراویح کو جدا جدا نمازیں تسلیم کرتے ہیں۔اس کی تفصیلات آخری باب میں ملاحظہ فرمائیے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسلاف دیوبند میں سے حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تہجد وتراویح کو ایک ہی نماز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے۔اس لیے کہ وہ حدیث عائشہؓ سے قیام رمضان کا استدلال کرنے کے باوجود تراویح کی بیس رکعات مسنون قرار دیتے ہیں اور گیارہ رکعات کے قائلین کو بدعتی کہتے ہیں۔(تفصیلات آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے) چنانچہ شاہ صاحبؒ کے داماد اور شارح بخاریؒ حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ فرماتے ہیں کہ:

> میں نے سوال کیا کہ اس حدیث (عائشہؓ) سے تو آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہیں تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ خلفاء راشدینؓ کی سنت آیا سنت نبی ہے یا نہیں؟.... نبی کے فرمان کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے عمل کو دیکھا جائے اور ان کا اتباع لازمی طور پر کیا جائے تاکہ اختلاف رفع ہوجائے......جب روایات متعارض آرہی ہیں تو کیوں نہ خلفاء راشدینؓ کے تعامل پر عمل کیا جائے۔" (ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۶۴)

گویا علامہ کاشمیریؒ حدیث عائشہؓ کے علاوہ عہد نبویؐ کے قیام رمضان کی دیگر روایات کو بھی درست اور صحیح مانتے ہیں اسی لیے تو ان میں تعارض تسلیم کرتے ہیں۔ نیز وہ خلفاء راشدینؓ کا عمل بیس تراویح تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو حجت مانتے ہیں اور پھر ان کے تہجد وتراویح کو ایک قرار دینے کے موقف کی تائید اسلاف دیوبند میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔

لطیفہ

غیر مقلدین شاہ صاحبؒ کا یہ حوالہ نقل کر کے بڑے جذباتی انداز میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حوالے سے احناف کی کمر ٹوٹ گئی حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ احناف فقہ حنفی کے مقلد ہیں، شاہ صاحب کے مقلد نہیں۔ اس لیے ان کی کمر کو الحمدللہ کوئی فکر نہیں کیونکہ ان کے دامن میں شاہ صاحبؒ کے سوا بھی بہت کچھ موجود ہے۔ البتہ غیر مقلدین کو اپنی نرم و نازک کمر کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ ان کے دامن تحقیق سے نواب صدیق حسن خانؒ، نواب وحید الزمان خانؒ، مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو نکال دیا جائے تو پیچھے بچتا ہی کیا ہے؟ اس لیے غیر مقلدین کو ہمارا یہ ہمدردانہ مشورہ ہے کہ وہ ہماری مضبوط و محفوظ کمر کی فکر کرنے کے بجائے اپنی بل کھاتی نازک سی کمر کے ٹوٹے ہوئے مہروں کو جوڑنے کی کوئی سبیل کریں۔

کیا وتر اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟

یہاں ہم اس غلط فہمی کا ازالہ کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ جس طرح تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اسی طرح وتر اور تہجد بھی دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک وتر ایک مستقل نماز ہے جو نماز عشا سے بھی الگ ہے اور نماز تہجد سے بھی جدا یعنی نہ وہ نماز عشا کا حصہ ہے اور نہ نماز تہجد کا۔ اس کا وقت نماز عشا کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے البتہ آنحضرت ﷺ چونکہ اکثر و بیشتر اسے نماز تہجد کے آخر میں ادا فرماتے تھے اور امت کو بھی یہ ترغیب دیتے تھے کہ **اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترا** ۔ اپنے قیام لیل کو وتر بناؤ یعنی وتر تہجد کے آخر میں ادا کرو۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۷) اس لیے کتب احادیث کے اندر نماز تہجد کو صلوٰۃ الوتر بھی کہا گیا ہے حالانکہ نماز وتر نماز تہجد کا حصہ ہرگز نہیں۔ آیئے اس کے دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

دلیل اول: آنحضرت ﷺ نے اکثر و بیشتر نماز وتر نماز تہجد کے ساتھ ادا کی ہے لیکن بسا اوقات نماز تہجد کے علاوہ بھی ادا فرماتے تھے۔ چنانچہ

> حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ **اوتر رسول الله ﷺ من اول الليل واوسطه وآخره** یعنی آنحضرت ﷺ نے نماز وتر کبھی اول شب ادا فرمائی، کبھی وسط شب اور کبھی آخر شب میں۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۵۔ ابوداؤد ج ا ص ۲۰۳۔ ترمذی ج ا ص ۱۰۳) دوسرے مقام پر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ **من كل الليل قد اوتر رسول الله ﷺ** یعنی آپ نے رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے۔ (بخاری ج ا ص ۱۳۶۔ مسلم ج ا ص ۲۵۵) اسی لیے حضور علیہ الصلوۃ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

والسلام نے فرمایا: الوتر هی بین صلوة العشاء الی طلوع الفجر ۔ وتر کا وقت عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ (ابن ماجہ ص ۸۳)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نماز وتر کو مستقل اور علیحدہ نماز قرار دیتے تھے۔

دلیل دوم: آنحضرت ﷺ نماز وتر کی ایسی ترغیب دیتے تھے جو نماز تہجد کی نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ نے تین بار فرمایا: الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ وتر حق ہیں، جو وتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱) ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا: ان الله وتر یحب الوتر فاوتروا یا اهل القرآن ۔ اے قرآن کو ماننے والو، اللہ وتر ہے اور وہ وتر کو پسند کرتا ہے پس تم وتر پڑھا کرو۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳۔ ابن ماجہ ص ۸۳) ایک اور روایت میں فرمایا کہ من نام عن الوتر او نسیه فلیصل اذا ذکره اذا استیقظ ۔ اگر نیند یا نسیان کی وجہ سے کسی کے وتر رہ جائیں تو وہ یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر ادا کرے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۶۔ ابن ماجہ ص ۸۴) یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کان النبی ﷺ من اللیل فاذا اوتر قال قومی فاوتری یا عائشة . جب آنحضرت ﷺ نماز تہجد سے فارغ ہو کر نماز وتر پڑھنے لگتے تو مجھے جگاتے اور فرماتے، عائشہ اٹھو وتر پڑھو۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۶۔ مسلم ج ۱ ص ۲۵۵) ان روایات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وتر، تہجد سے الگ ایک مستقل نماز ہے۔

دلیل سوم: آنحضرت ﷺ نے امت کو وتر نماز تہجد کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب ضرور دی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ من خاف ان لا یقوم آخره ولیوتر اوله ومن طمع ان یقوم آخره فلیوتر آخر اللیل . جسے اندیشہ ہو کہ سحری کے وقت نہ اٹھ سکے گا وہ اول شب وتر پڑھ کر سوئے اور جسے امید ہو کہ وہ سحری کے وقت بیدار ہو سکے گا پس وہ وتر آخر رات میں پڑھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۸۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۳۔ ابن ماجہ ص ۸۴) یہ روایت بھی دلیل ہے اس بات کی کہ وتر ایک مستقل نماز ہے۔

دلیل چہارم: آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہؓ کو حکم اور بعض کو وصیت فرمائی کہ وتر رات کو سونے سے پہلے پڑھو چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اوصانی خلیلی بثلاث : صیام ثلاثة ایام من کل شهر و رکعتی الضحی وان اوتر قبل ان انام. میرے خلیل آنحضرت ﷺ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نے مجھے وصیت کی تین چیزوں کی: ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی اور سونے سے قبل وتر پڑھنے کی۔ (مسلم ج۱ ص۲۵۰۔ نسائی ج۱ ص۱۸۹) بخاری ج۱ ص۱۳۵ میں ہے: اوصانی رسول اللہ ﷺ بالوتر قبل النوم اور ترمذی ج۱ ص۱۰۲ کے الفاظ ہیں: امرنی رسول اللہ ﷺ ان اوتر قبل ان انام۔ اسی طرح مذکورہ تین چیزوں کی وصیت کی روایت حضرت ابوالدرداءؓ سے ابوداؤد ج۱ ص۲۰۳ میں بھی مذکور ہے بلکہ بعض روایات میں تو آپ نے وتر پڑھے بغیر سونے سے منع فرمایا جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ نہانی ان انام الا علی وتر۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وتر پڑھے بغیر سونے سے منع فرمایا۔ (قیام اللیل للمروزی ص۲۸۱) ان روایات سے بھی ظاہر ہے کہ وتر ایک مستقل نماز ہے۔

دلیل پنجم: آنحضرت ﷺ کے اس حکم و وصیت کی بناء پر ہی خلفاء راشدین و دیگر اسلاف امت کا وتر پڑھنے کا معمول مختلف تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ آپ وتر کس وقت پڑھتے ہیں۔ عرض کیا سونے سے پہلے۔ آپ نے فرمایا آپ احتیاط پر عمل کرتے ہیں۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں سونے کے بعد سحری کے وقت اٹھ کر پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے عمل قوی اختیار کیا۔ (قیام اللیل ص۲۷۵) حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تہجد پڑھنے کے باوجود وتر رات کو پڑھتے تھے اور میں بھی رات کو سونے سے پہلے وتر پڑھ لیتا ہوں۔ (قیام اللیل ص۲۹۰) حضرت فاروق اعظمؓ عمل قوی اختیار کرنے کے باوجود فرماتے تھے کہ ان الاکیاس الذین یوترون اول اللیل وان الاقویاء الذین یوترون آخر اللیل وھو افضل۔ عقل مند لوگ تو اول رات میں اور قوی لوگ آخر رات میں پڑھ سکتے ہیں۔ (ابوداؤد ج۱ ص۲۰۳) حضرت فاروق اعظمؓ نے اشعث بن قیسؓ سے فرمایا اے اشعث احفظ عنی شیئا سمعتہ من رسول اللہ ﷺ۔ آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی کچھ چیزیں مجھ سے محفوظ کر لے۔ ان میں سے ایک یہ ہے لا تنامن الا علی وتر۔ وتر پڑھے بغیر سونا نہیں۔ (قیام اللیل ص۲۸۱) چنانچہ امام شعبیؒ بھی رات وتر پڑھ کر سوتے تھے (ترمذی ج۱ ص۱۰۳) اور امام ترمذی تو فرماتے ہیں: وقد اختار قوم من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ ومن

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بعدھم ان لا ینام الرجل حتی یوتر کہ صحابہ کرام اوران کے بعد کے دیگر اہل علم کی ایک جماعت نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آدمی وتر پڑھے بغیر نہ سوئے۔ (ترمذی ج ا ص ۱۰۳) ان روایات سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وتر ایک مستقل نماز ہے جو تہجد کے ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہے اور رات کو سونے سے پہلے عشا کی نماز کے بعد بھی۔

دلیل ششم: نماز وتر کے بارے میں فقہاء اربعہ کا مستقل فتویٰ موجود ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ نماز وتر تین ائمہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک سنت موکدہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ا ص ۳۳۵)

دلیل ہفتم: ائمہ محدثینؒ نے اپنی اپنی کتب احادیث میں کتاب الوتر کے نام سے مستقل ابواب قائم کیے ہیں چنانچہ امام محمد بن نصر مروزیؒ نے اس موضوع پر جو مستقل کتاب قیام اللیل کے نام سے تالیف فرمائی ہے، اس میں انہوں نے قیام اللیل، قیام رمضان اور کتاب الوتر کے نام سے الگ الگ ابواب باندھے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں الگ الگ اور مستقل نمازیں ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب دوم

عہد نبوی ﷺ کی رکعات تراویح

اوراق گزشتہ میں ہم بدلائل قاہرہ ثابت کر چکے ہیں کہ تہجد وتراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور وتر ان دونوں سے الگ ایک تیسری مستقل نماز ہے۔ اب ہم اس باب میں رکعات تراویح کے لیے فریقین کی طرف سے پیش کی جانے والی روایات کا جائزہ لیں گے جو اصولی طور پر تین ہیں۔ لیجیے ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی روایت۔ حدیث عائشہ صدیقہ

تہجد وتراویح کو ایک نماز اور اس کی گیارہ رکعات ثابت کرنے کے لیے غیر مقلدین کا سب سے بڑا استدلال حدیث عائشہ صدیقہؓ سے ہے لہٰذا ہم سب سے پہلے اسی کا جائزہ لیں گے کہ کیا یہ حدیث غیر مقلدین کی دلیل بن سکتی ہے؟

> حضرت ابو سلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں آنحضرت ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا، رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعت پڑھتے۔ تو ان کے حسن ادائیگی اور طول قیام وسجود کے بارے میں نہ پوچھ۔ پھر چار رکعت اسی طرح پڑھتے، پھر تین رکعت پڑھتے۔ میں نے سوال کیا: اتنام قبل ان توتر؟ یارسول اللہ، کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا، میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴۔ مسلم ج ۱ ص ۲۵۴۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۹۔ نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)

ہمارا موقف یہ ہے کہ اس حدیث سے نہ تہجد وتراویح کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ حتمی طور پر اس کی گیارہ رکعات ثابت ہوتی ہیں۔ آیئے غیر مقلدین کے دعوے کے جوابات ملاحظہ فرمالیجیے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جواب اول، سیاقِ کلام: مذکورہ حدیث عائشہؓ کے سیاق کلام پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ روایت صرف تہجد کے متعلق ہے، قیام رمضان سے اسے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

﴿پہلا قرینہ﴾ اس کا پہلا قرینہ سائل کا حضرت عائشہؓ سے سوال ہے اور ان سے اسی نماز کے بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے جو ان کے حجرے میں پڑھی گئی۔ مسجد کی نماز کے بارے میں ان سے سوال چہ معنی دارد؟ جبکہ اس وقت ایام ثلاثہ کی باجماعت نماز میں شرکت کرنے والے بے شمار صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ گویا سائل حضرت عائشہؓ سے ان کے حجرے کے اندر ادا کی جانے والی نماز کے بارے میں سوال کر رہا ہے کہ وہ کیسی تھی؟ اور صحابہ کرامؓ اسی نماز کے بارے میں حضرت عائشہؓ کو سب سے زیادہ باخبر سمجھتے تھے۔ چنانچہ:

> سعد بن ہشامؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے آنحضرت ﷺ کے وتر (یعنی نماز تہجد) کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تجھے ایسی ہستی کی خبر نہ دوں جو روئے زمین پر آپ کے وتر کو سب سے زیادہ جاننے والی ہے؟ انہوں نے پوچھا، وہ کون سی ہے؟ فرمایا حضرت عائشہؓ چنانچہ سعد حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے آپ کے وتر کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا، آپ گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ضعف آگیا تو نو رکعات پڑھنے لگے۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۶ ملخصاً)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضور علیہ السلام کی نماز تہجد کے بارے میں ہی سب سے زیادہ باخبر جانتے تھے اور اسی کے بارے میں ان سے سوال کرتے تھے، خواہ وہ رمضان کی ہوتی یا غیر رمضان کی؟

﴿دوسرا قرینہ﴾ اس کا دوسرا قرینہ حضرت عائشہؓ کے جواب میں "یزید فی رمضان و لا فی غیرہ" کے الفاظ ہیں جو اس حقیقت کی واضح دلیل ہیں کہ وہ اسی نماز کا ذکر کر رہی ہیں جو رمضان وغیر رمضان میں ان کے سامنے پڑھی گئی اور سائل کا مقصد سوال بھی یہی ہے کہ رمضان میں اول شب کی نماز کے بعد آخر شب کی نماز حسب معمول رہتی تھی یا اس میں فرق آتا تھا؟ اس کے جواب میں فرمایا، وہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عموماً گیارہ رکعات ہی رہتی تھیں۔

﴿تیسرا قرینہ﴾ اس کا تیسرا قرینہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جواب میں ”اتنام قبل ان توتر “ کے اضافی جملے ہیں جو بصراحت نماز تہجد پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ رکعات تو رمضان وغیر رمضان دونوں کی بیان فرمارہی ہیں لیکن کیفیت صرف غیر رمضان کی ذکر کر رہی ہیں کیونکہ رمضان کے بارے میں تو وہ خود فرماتی ہیں کہ ”جب ماہ رمضان آتا تو آپ عبادت کے لیے کمربستہ ہو جاتے اور پورا ماہ رمضان بستر پر تشریف نہ لاتے۔(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۰)

جب رمضان المبارک میں آپ رات کو آرام فرماتے ہی نہ تھے تو اتنام قبل ان توتر کا سوال کیسا؟ معلوم ہوا کہ یہ صرف نماز تہجد کا ذکر ہے جو رمضان وغیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی رہی البتہ کیفیت صرف غیر رمضان کی ذکر کی گئی ہے۔

﴿جواب دوم﴾ چار چار رکعت : مذکورہ حدیث عائشہؓ میں چار چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ نماز تراویح بالاتفاق دو دو رکعات کر کے پڑھی جاتی ہے جو اس کے مستقل نماز ہونے کی دلیل ہے۔

﴿جواب سوم﴾ بلا جماعت : اس میں بلا جماعت نماز کا ذکر ہے جبکہ با جماعت نماز کی روایت میں خود حضرت عائشہؓ رکعات کا ذکر نہیں کرتیں (روایت گزر چکی ہے) جو دونوں کے الگ الگ نمازیں ہونے کی دلیل ہے۔

﴿جواب چہارم﴾ گھر میں : اس میں گھر کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ مسجد کی نماز کے بارے میں اپنی روایت کے اندر حضرت عائشہؓ رکعات کا ذکر نہیں کرتیں۔

﴿جواب پنجم﴾ کتاب التہجد میں : یہ حدیث اکثر محدثین نے اپنی کتب کے اندر کتاب التہجد میں نقل کی ہے جبکہ حضرت عائشہؓ کی با جماعت نماز والی روایت قیام رمضان کے باب میں لائے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ : بعض غیر مقلدین یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام محمد بن حسن الشیبانی الحنفیؒ نے یہ حدیث عائشہؓ قیام رمضان کے باب میں نقل کی ہے جس سے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس حدیث کو قیام رمضان پر ہی محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

اولاً اس لیے کہ امام محمدؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد اور فقہ حنفی کے مجتہد فی المذہب ہیں۔ بے شمار مسائل میں انہوں نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہے جو فقہ حنفی کی جملہ کتب میں مذکور و منقول ہے لیکن اس مسئلے میں ان کا اپنے امام سے اختلاف کسی جگہ مذکور نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلے میں اپنے امام سے متفق ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ تو بیس رکعات نماز تراویح کو مستقل حیثیت سے سنت نبوی مانتے ہیں۔

وثانیاً اس لیے کہ امام محمدؒ نے اپنی موطا میں صلوٰۃ اللیل اور قیام رمضان کے الگ الگ باب قائم کیے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دونوں نمازوں کو الگ الگ تسلیم کرتے ہیں۔

وثالثاً اس لیے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے گیارہ رکعات والی دو روایات نقل کی ہیں۔ ایک صلوٰۃ اللیل کے باب میں عروہ بن زبیرؓ سے اور دوسری قیام رمضان کے باب میں ابوسلمہؓ سے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ گیارہ رکعات کو رمضان و غیر رمضان میں تہجد کے لیے ہی مانتے ہیں۔

ورابعاً اس لیے کہ انہوں نے قیام رمضان کے باب میں حضرت عائشہؓ سے باجماعت قیام رمضان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ترغیب قیام رمضان بلا عزیمت کی روایات بھی نقل کی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ وہ زیر بحث حدیث عائشہؓ کو رمضان میں تہجد ہی کے لیے لائے ہیں۔ یہ قرائن وشواہد اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ امام محمد نہ تو تہجد و تراویح کو ایک نماز سمجھتے ہیں اور نہ حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۹ رمضان میں کثرت صلوٰۃ : قیام رمضان کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کثرت صلوته اور ما لا یجتهد فی غیره کی روایات گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہیں۔ جبکہ زیر بحث حدیث عائشہؓ صرف تہجد پر دلالت کرتی ہے۔

جواب نمبر ۱۰ حدیث عائشہؓ کی اضطرابی کیفیت : اگر مذکورہ حدیث عائشہؓ کو بالفرض تہجد و تراویح پر محمول کر بھی لیا جائے تو بھی اس کی اضطرابی کیفیت کی بنا پر اس سے رکعات و کیفیت کی تعیین ممکن نہیں کیونکہ اس بارے میں حضرت عائشہؓ سے مروی روایات باہم

Telegram : t.me/pasbanehaq1

معارض ومضطرب ہیں۔ ان میں قرار موجود نہیں۔ (اضطرابی کیفیت سے لغوی معنی مراد ہے، محدثین کا اصطلاحی مفہوم اس سے مراد نہ لیا جائے جو ضعف روایت پر دلالت کرتا ہے)

اضطرابی کیفیت کا پہلا پہلو۔ اختلاف رکعات: حضرت عائشہؓ صدیقہؓ سے مروی مختلف روایات کی روشنی میں رکعات تہجد کی تعیین انتہائی مشکل ودشوار ہے کیونکہ ان سے مروی روایت میں رکعات کا اختلاف واضح طور پر موجود ہے مثلاً

(۱) تیرہ رکعات: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ **یصلی باللیل ثلاث عشرة رکعة .** رات کو تیرہ رکعات پڑھتے۔ **ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین** ۔ پھر اذان فجر کے بعد دو ہلکی رکعتیں پڑھتے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۶۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۹۔ ابن ماجہ ص ۹۸) تیرہ رکعات تہجد کی روایات حضرت ابن عباسؓ سے نسائی ج ۱ ص ۲۱۴ میں، حضرت سیدہ میمونہؓ سے بخاری ج ۱ ص ۱۳۵ میں اور حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۳ میں بھی منقول ہیں اسی لیے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۷ میں، مولانا عبداللہ غازی پوریؒ غیر مقلد فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۲۱۱ میں اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ "رسول اکرم ﷺ کی نماز" ص ۱۰۱ میں تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے سنت فجر کے علاوہ بھی تیرہ رکعت پڑھنا ثابت ہے حتیٰ کہ نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد تو تہجد بالالتزام بارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (مآثر صدیقی ج ۴ ص ۶۴)

(۲) گیارہ رکعات: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ **کان یصلی من اللیل احدی عشرة رکعة** آپ رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۵۴۔ ترمذی ج ۱ ص ۱۰۰)

(۳) نو رکعات: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ **کان یصلی من اللیل تسع رکعات** ۔ آپ رات کو نو رکعات پڑھتے تھے۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۳۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۱)

(۴) سات رکعات: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ **فلما اسن وثقل صلی سبعا** ۔ جب آپ عمر رسیدہ ہو کر گرانی محسوس کرنے لگے تو رات کو سات رکعات پڑھتے۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۲)

مذکورہ روایات عائشہ کے مطابق آپ کے قیام لیل یا بالفاظ غیر مقلدین قیام رمضان کی رکعات

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مختلف تھیں تو گیارہ رکعات تراویح کی حتمی تعیین کے لیے حدیث عائشہؓ کیسے دلیل بن سکتی ہے؟

رکعات تہجد اور اقوال سلف: مختلف روایات میں رکعات تہجد کے اسی اختلاف کی بنا پر قاضی ابوالفضل عیاض اندلسی المالکیؒ فرماتے ہیں کہ رکعات تہجد کی ایسی کوئی حد مقرر نہیں جس میں کمی بیشی ممکن نہ ہو۔ **ان صلوۃ اللیل من الطاعات التی کلما زاد فیھا زاد الاجر** ۔ یہ نفلی عبادت ہے۔ جتنی زیادہ پڑھیں، اتنا ہی زیادہ اجر ہے۔ (نووی ھامش مسلم ج ا ص ۲۵۳) علامہ عبد الرحمٰن ابن الجوزی الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے تہجد کی مختلف روایات وارد ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں۔ بعض اوقات آپ کی رکعات کم اور قراءت لمبی ہوتی اور بسا اوقات آپ قراءت مختصر کر کے رکعات بڑھا لیتے۔ (الوفاء مترجم ص ۵۵۴) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں۔ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو زیادہ پڑھ لیں ورنہ کم پڑھ لیں۔ کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں جس سے کم و بیش جائز نہ ہو۔ (خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی ص ۲۲۰)

رکعات تہجد اور اقوال غیر مقلدین: غیر مقلدین کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ان کے اپنے اسلاف بھی رکعات تہجد کی تعیین نہیں مانتے چنانچہ نواب وحید الزمان خان فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن قیمؒ نے وتر سمیت رکعات تہجد کی آٹھ قسمیں ذکر کی ہیں۔ **وھی کلھا کافیة مطابقة للسنة** ۔ وہ ساری کفایت کرنے والی اور سنت کے مطابق ہیں۔ (نزل الابرار ج ا ص ۱۲۲۔ کنز الحقائق ص ۳۰) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً متعدد احادیث مروی ہیں جن میں رکعات (تہجد) کی تعداد چھ، سات، نو، گیارہ، تیرہ تک مروی ہے۔ وقت اور ہمت کے لحاظ سے جس قدر پڑھ سکے، شرعاً درست ہے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۶)

مذکورہ روایات، اقوال سلفؒ اور اقوال غیر مقلدین کی روشنی میں تہجد کی تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) **وقت پر موقوف:** پہلی صورت یہ ہے کہ رکعات تہجد کا انحصار وقت پر تھا۔ اگر وقت زیادہ ملا تو آپ نے رکعات زیادہ پڑھ لیں اور اگر وقت کم ملا تو رکعات کم پڑھ لیں۔ ..... (۲) **کیفیت پر**

Telegram : t.me/pasbanehaq1

موقوف: دوسری صورت یہ ہے کہ رکعات تہجد کا انحصار طبعی کیفیت پر تھا۔ اگر قراءت طویل کرنے کو جی چاہا تو رکعات کم کر دیں اور اگر رکعات زیادہ پڑھنے کو جی چاہا تو قراءت مختصر کر دی۔..... (۳) **صحت پر موقوف:** تیسری صورت یہ ہے کہ رکعات تہجد کا انحصار صحت پر تھا۔ صحت اچھی تھی تو آپ تیرہ یا گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ جسمانی کمزوری کی وجہ سے صحت متاثر ہوئی تو نو یا سات رکعات پر اکتفا کر لیا۔

غیر مقلدین سے سوال: ان تینوں صورتوں کو سامنے رکھ کر غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا واقعی نماز تراویح کا انحصار وقت، طبعی کیفیت اور صحت پر ہے؟ کیا ہر آدمی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ قلت وقت یا طبعی کیفیت یا علالت و کمزوری کی بنا پر رکعات تراویح میں تخفیف کرلے؟ اور کیا بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے وہ مستقل چار تراویح پر اکتفا کر سکتا ہے؟ کیونکہ تہجد کی کم از کم مسنون تعداد یہی ہے۔ اور کیا غیر مقلدین ایسا کوئی اشتہار شائع کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں جس میں یہ اعلان ہو کہ تراویح کی کم از کم رکعات چار اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں؟ کیونکہ رکعات کی یہ تعداد حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور نہیں کر سکیں گے تو پھر ان کے موقف میں دورنگی کیوں ہے؟

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اضطرابی کیفیت کا دوسرا پہلو۔ اختلاف کیفیت:

حدیث عائشہؓ کی اضطرابی کیفیت کا دوسرا پہلو اختلاف کیفیت کا ہے یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی روایت میں رکعات کی طرح کیفیت تہجد بھی غیر معین ہے۔ مثلاً

تیرہ رکعات کی مختلف کیفیات: حضرت عائشہؓ سے تیرہ رکعات کی دو کیفیتیں منقول ہیں۔ پہلی دس رکعات اور تین وتر کی۔ اس کے لیے حضرت عائشہؓ سے عشر و ثلاث کے الفاظ منقول ہیں یعنی دس رکعات اور تین وتر۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۳) اور دوسری آٹھ رکعات اور پانچ وتر کی۔ اس کے لیے حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے۔ ویوتر منھا بخمس۔ ان میں سے پانچ وتر ہوتے۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۴۔ ابوداؤد ج ا ص ۱۸۹)

گیارہ رکعات کی مختلف کیفیات: حضرت عائشہؓ سے گیارہ رکعات کی چھ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کیفیتیں منقول ہیں:

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات اکٹھی پڑھتے، پھر دو رکعات پڑھتے، اور پھر ایک رکعت۔ (نسائی ج ا ص ۱۸۲۔ ابوداؤد ج ا ص ۱۹۰) (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ آٹھ رکعات پڑھتے ویوتر برکعة اور ایک رکعت وتر پڑھتے۔ ثم یصلی رکعتین وھو جالس پھر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۴۔ نسائی ج ا ص ۱۸۷۔ ابوداؤد ج ا ص ۱۸۹) (۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ نو رکعت پڑھتے تو آٹھویں رکعت پر بیٹھتے۔ ولا یسلم ثم یصلی التاسعة ثم یسلم ثم یصلی رکعتین۔ سلام نہ پھیرتے، نویں رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔ پھر دو رکعت پڑھتے۔ (نسائی ج ا ص ۱۹۳) (۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ دس رکعات دو دو کر کے پڑھتے ویوتر بواحدة، پھر ایک وتر پڑھتے۔ (مسلم ج ا ص ۲۵۴) (۵) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ چھ رکعات دو دو کر کے پڑھتے ویوتر بخمس پھر پانچ وتر پڑھتے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۲) (۶) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ آٹھ رکعات چار چار کر کے پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے۔ (بخاری ج ا ص ۱۵۴۔ مسلم ج ا ص ۲۵۴)

نو رکعات کی مختلف کیفیات: حضرت عائشہؓ سے نو رکعات کی چار کیفیات منقول ہیں:

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ست و ثلاث۔ آپ چھ رکعتیں اور تین وتر پڑھتے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۳) (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ چھ رکعت پڑھتے ثم یوتر برکعة ثم یصلی رکعتین وھو جالس۔ پھر ایک وتر پڑھتے اور دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے۔ (نسائی ج ا ص ۱۸۷) (۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ سات رکعات پڑھتے لا یقعد الا فی آخرھن۔ صرف آخری رکعت پر قعدہ فرماتے۔ پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ (نسائی ج ا ص ۱۹۳) اسی کی دوسری کیفیت حضرت عائشہؓ اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ آپ چھٹی رکعت پر بیٹھتے، سلام نہ پھیرتے، ساتویں رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے۔ (ایضاً ص ۱۹۳) (۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ آٹھ رکعات پڑھتے ویوتر بالتاسعة اور ایک وتر پڑھ کر نو رکعت پوری کر لیتے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۹۱)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کیفیات تہجد کے بارے میں ہم نے صرف روایات عائشہؓ پر اکتفا کیا ہے، دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی روایات ذکر نہیں کیں۔ ان کی روشنی میں یہ فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ یہ صرف نماز تہجد کی مختلف حالتیں ہیں جو تراویح پر ہرگز جاری نہیں ہوسکتیں کیونکہ تراویح کی معین کیفیت (دو دو رکعت اور تین وتر) متواتر و متوارث ہے۔ کیا غیر مقلدین ایسا ایک اشتہار شائع کرنے کا حوصلہ کریں گے جس میں حضرت عائشہؓ سے مروی تہجد کی مذکورہ کیفیات اور دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی کیفیات کے مطابق نماز تراویح ادا کرنے کو سنت قرار دیا جائے؟

جواب ہشتم۔ اقوال ائمہ امت: مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث عائشہؓ کے بارے میں اقوال سلف بھی پیش کر دیے جائیں تاکہ سمجھنے میں مزید آسانی ہو جائے۔ چنانچہ

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ **فی هذا الوان لم یقص فیه شیٔ**۔ حدیث عائشہؓ کے مختلف رنگ ہیں، ان کی روشنی میں فیصلہ کرنا دشوار ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۹) امام محمد بن احمد القرطبی فرماتے ہیں کہ روایات عائشہؓ نے اکثر علما کو مشکل میں مبتلا کر دیا حتی **نسب بعضهم حدیثها الی الاضطراب** یہاں تک کہ بعض محدثین نے اسے مضطرب قرار دے دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۶) مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ بعض علما نے اس اختلاف کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتیں مضطرب یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں کیا اشکال کہ گیارہ رکعات، اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی آپ نے ان سے کم و بیش بھی پڑھی ہوں۔..... بعض لوگ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکالتے ہیں کہ تراویح بھی آٹھ رکعات ہیں حالانکہ اس روایت سے تو تہجد کا صرف آٹھ رکعات ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا، چہ جائیکہ تراویح۔ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔ (خصائل نبوی ص ۲۲۴) اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں، شاہ عبد العزیز دہلویؒ فتاویٰ عزیزی ص ۴۵۱ میں، علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ مجموعہ فتاویٰ ص ۲۳۸ میں اور مولانا سید امیر علی رام پوریؒ تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۱۵ ص ۲۱۹ میں فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہؓ تہجد کے بارے میں ہے۔ ان ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل و براہین کے باوجود بھی اگر غیر مقلدین حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کرنے پر بضد ہوں تو ہٹ دھرمی ایک لاعلاج مرض ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

جہاں میں عام ہے میرے الم کی داستاں لیکن وہ مجھ سے سن نہیں سکتے، میں ان سے کہہ نہیں سکتا

دوسری روایت، حدیث جابر بن عبد اللہ

تراویح کے لیے دوسری دلیل حدیث جابر بن عبد اللہؓ پیش کی جاتی ہے۔ حضرت جابرؓ سے اس بارے میں تین روایات مروی ہیں۔ دو آٹھ رکعات کی اور ایک بیس رکعات کی۔ ہم تینوں کا مختصر جائزہ لینا چاہیں گے۔

﴿پہلی حدیث جابرؓ﴾: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی ایک رات آپ نے ہمیں آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ اگلی رات ہم دوبارہ جمع ہوئے مگر آپ تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ نے فرمایا: **خشیت ان یکتب علیکم الوتر** میں ڈرا کہ یہ وتر تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ (ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۳۸۔ موارد الظمآن ص ۲۳۰۔ قیام اللیل للمروزی ص ۱۱۴) امام طبرانی فرماتے ہیں کہ **لا یروی عن جابر الا بھذا الاسناد**۔ اس سند کے علاوہ حضرت جابرؓ سے یہ روایت منقول نہیں (المعجم الصغیر ص ۱۰۸) گویا اس روایت کی ایک ہی سند ہے اور وہ انتہائی کمزور ہے۔ اس میں دو راوی ضعیف ہیں:

(۱) اس میں پہلا راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ **فیہ لین** اس میں کمزوری ہے۔ (حاشیہ ابن خزیمہ ص ۱۳۸ و تقریب التہذیب ص ۲۷۰) ابن معین اس کے بارے میں فرماتے ہیں **عندہ مناکیر**۔ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں وہ منکر الحدیث تھا۔ امام نسائی فرماتے ہیں وہ متروک الحدیث تھا۔ ابن عدی فرماتے ہیں **احادیثہ غیر محفوظة** اس کی حدیثیں غیر محفوظ (یعنی منکر و شاذ) ہیں۔ ساجی اور عقیلی اسے ضعفا میں شمار کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۱۱۔ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۷) علامہ ذہبیؒ نے اس کی منکر روایتوں کی مثال میں یہی روایت پیش کی ہے۔ (میزان ج ۳ ص ۳۱۱) حتیٰ کہ غیر مقلدین کے مکتبہ اثریہ جامع مسجد اہل حدیث سانگلہ ہل نے جو "قیام اللیل للمروزی" شائع کی ہے، اس کے ص ۱۱۴ کے حاشیہ پر بھی عیسیٰ بن جاریہ کو "فیہ لین" تسلیم کیا گیا ہے۔

(۲) اس میں دوسرا راوی یعقوب قمی ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں، **لیس بالقوی**، وہ ثقہ نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۵۲) اور امام حافظ ابن کثیر الشافعیؒ فرماتے ہیں: **فیہ تشیع** اس میں

Telegram : t.me/pasbanehaq1

شیعیت تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۷۵) گویا یہ راوی بھی ضعیف ہے۔

حاصل بحث: مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کرنے میں عیسیٰ بن جاریہ منفرد ہے جو جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف وکمزور ہے۔ (۲) عیسیٰ بن جاریہ سے یہ روایت لینے میں یعقوب قمی منفرد ہے جیسا کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ **لیس بذالک لا اعلم احدا روی عنه غیر یعقوب**۔ میں نہیں جانتا کہ یعقوب کے علاوہ عیسیٰ بن جاریہ سے کسی نے یہ روایت نقل کی ہو۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱۱) امام طبرانی فرماتے ہیں کہ **تفرد به یعقوب وهو ثقة**۔ اس روایت میں یعقوب متفرد ہے اور وہ ثقہ ہے۔ (المعجم الصغیر ص ۱۰۸) یعنی یعقوب قمی بھی نقل روایت میں متفرد ہے اور اس کی ثقاہت متنازع فیہ ہے۔ اگر وہ ضعیف ہے (جیسا کہ دارقطنی وابن کثیر کا موقف ہے) تو اس کے ضعف کی وجہ سے یہ روایت ناقابل قبول ٹھہری اور اگر بالفرض وہ ثقہ ہے تو غیر ثقہ راوی (عیسیٰ بن جاریہ) سے نقل روایت میں منفرد ہونے کی بناپر اس کی یہ روایت ناقابل اعتماد ٹھہری کیونکہ ثقہ کا تفرد ثقہ ہی سے قبول کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی اس روایت کے بارے میں متردد ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث (یعنی عہد نبوی کی باجماعت تراویح) کے جتنے طرق ہیں، میں نے ان میں سے کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں لیکن ابن خزیمہ وابن حبان نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ان راتوں میں علاوہ وتر کے آٹھ رکعت پڑھائی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۷) حافظ ابن حجرؒ کا یہ تردد صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ بھی حدیث جابرؓ کی صحت پر مطمئن نہیں ہیں۔ باقی رہا علامہ ذہبیؒ کا اس روایت کی سند کو **اسناده وسط** قرار دینا (میزان الاعتدال) تو یہ دو وجہ سے محل نظر ہے۔

(۱) علامہ ذہبیؒ نے جب اپنے قائم کردہ اصول کے مطابق میزان ج ۳ ص ۳۱۱ میں عیسیٰ بن جاریہ کی منکر روایت کی حیثیت سے یہی روایت پیش کی ہے تو اس کے بعد اسے **اسناده وسط** قرار دینا ان کے اپنے اصول کے منافی ہے۔ (۲) امام یحییٰ بن معین، امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابن عدی جیسے ائمہ کی عیسیٰ بن جاریہ پر شدید جرح موجود ہے اسی لیے علامہ نیمویؒ فرماتے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہیں کہ علامہ ذہبیؒ نے تو اسے اسنادہ وسط کہا ہے،بل اسنادہ دون الوسط حالانکہ اس کی سند وسط درجے سے کم ہے۔(التعلیق الحسن ص۲۰۲)

اور پھر اس روایت کو اگر سند سے ہٹ کر متن کے حوالے سے دیکھا جائے تو بھی نا قابل یقین معلوم ہوتی ہے۔

(۱)اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابوذر غفاری،حضرت نعمان بن بشیر،حضرت زید بن ثابت،اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعنہم کی ان روایات کے سراسر منافی ہے جن میں تین دن با جماعت کا ذکر ہے جبکہ اس روایت میں صرف ایک رات کی نماز کا ذکر ہے۔دوسری رات آپ نماز کے لیے تشریف نہیں لائے۔(۲)اگر سند کے ضعف اور متن کے فرق کو نظر انداز کر کے بھی جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہی سامنے آتا ہے کہ تین رات کی با جماعت نماز کے اندر رکعات مختلف ہونے کی وجہ سے باقی صحابہ کرامؓ نے رکعات کا ذکر نہیں کیا اور حضرت جابرؓ نے ایک رات کی رکعات بیان کر دیں۔(شاید وہ پہلی دو راتوں کی نماز میں شریک نہ ہو سکے ہوں جیسا کہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)گویا تین راتوں کی متفرق رکعات میں سے آٹھ رکعات صرف ایک رات کی ہیں۔دوسری راتوں میں ممکن ہے رکعات کی یہ تعداد نہ رہی ہو لیکن بدقسمتی سے غیر مقلدین حضرات اس واضح فرق کو محسوس کرنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں۔

دوسری حدیث جابرؓ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، کان من اللیلۃ شیٔ آج رات ایک عجیب واقعہ پیش آ گیا۔میرے گھر کی خواتین نے مجھے کہا کہ ہم تیری اقتدا میں نماز کے اندر قرآن پاک سنیں گی۔میں نے ان کو آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔آپ نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی گویا کہ اس پر اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔(مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۵ ملخصاً) اس روایت میں بھی متعدد کمزوریاں موجود ہیں:

(۱)مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں رمضان کا لفظ موجود نہیں۔ابو یعلی کی روایت میں یعنی رمضان کے الفاظ ہیں جو فہم راوی پر دلالت کرتے ہیں اور قیام اللیل ص ۹۲ کی روایت میں رمضان کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

لفظ موجود ہے۔ یعنی اس روایت سے تو سرے سے یہی تعیین نہیں ہوتی کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے یا غیر رمضان کا۔ ممکن ہے خواتین خانہ نے نماز تہجد کے اندر قرآن سننے کی خواہش ظاہر کی ہو اور حضرت ابی بن کعبؓ نے انہیں تہجد ہی کی نماز پڑھائی ہو۔...... (۲) حضرت ابی بن کعب خود اسے عجیب واقعہ کی حیثیت سے بیان فرما رہے ہیں جو دلیل ہے کہ ان کے سامنے تعیین رکعات کی نظیر موجود نہ تھی اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھی چونکہ رکعات متعین نہ تھیں اس لیے آپ نے اسے ناپسند نہ فرمایا۔.... (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی رضا صرف عورتوں کی امامت کی حد تک ہو کہ عورتوں نے آپ کی اقتدا میں جو نماز پڑھی، اس میں کوئی قباحت نہیں اور رکعات کی طرف آپ نے عدم تعیین کی بنا پر توجہ ہی نہ فرمائی ہو۔..... (۴) لیکن یہ ساری بحثیں اس صورت میں ممکن ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہو جائے جبکہ سند کے اعتبار سے اس کا ضعف گزشتہ روایت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب قمی کے علاوہ محمد بن حمید رازی بھی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۲۹۵) ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کثیر المناکیر۔ بکثرت منکر روایتیں رکھتا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں فیه نظر یعنی وہ انتہائی کمزور ہے۔ ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ اسحاق فرماتے ہیں اشهد انه كذاب میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ صالح جزرہ فرماتے ہیں ما رایت اجرا علی الله منه۔ میں نے اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ جری شخص کوئی نہیں دیکھا۔ ہر چیز کے بارے میں حدیث بیان کر دیتا ہے۔ لوگوں کی حدیثیں بدل دیتا ہے۔ ابن خراش فرماتے ہیں كان والله يكذب ۔ خدا کی قسم جھوٹا ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں ليس بثقة (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹) امام بخاریؒ نے اسے نظر انداز کیا ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اس کی روایت قبول نہیں کی۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۳۱) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ (الوسیلہ مترجم ص ۱۲۰)

غور فرمایئے کہ اس روایت کے اندر گزشتہ روایت سے بھی زیادہ ضعف موجود ہے لیکن غیر مقلدین صرف ہٹ دھرمی کی بنا پر پھر بھی اس سے استدلال کر رہے ہیں۔

﴿تیسری حدیث جابر﴾ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی ایک رات آپ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باہر (مسجد میں) تشریف لائے فصلی الناس اربعة وعشرین رکعة واوتر بثلاثة اور لوگوں کو چوبیس رکعات (چار فرض اور بیس تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔ (تاریخ جرجان لابی القاسم حمزہ بن یوسف السہمی ص ۳۱۷)

اس روایت میں بھی محمد بن حمید رازی ہے جس کا ضعف بیان ہو چکا ہے چنانچہ شیخ ناصر الدین الالبانی غیر مقلد اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے فان محمد بن حمید وشیخه عمر بن هارون متهمان بالكذب کیونکہ محمد بن حمید رازی اور اس کا استاد عمر بن ہارون دونوں متہم بالکذب ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۲ ص ۳۷) گویا شیخ البانی بھی اس روایت کو محمد بن حمید رازی کی وجہ سے ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ اگر رازی کی وجہ سے یہ روایت کمزور ہے تو پچھلی روایت کیسے صحیح قرار دی جاسکتی ہے؟

تیسری روایت، حدیث عبد اللہ ابن عباس

تراویح کے لیے تیسری دلیل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:

وہ فرماتے ہیں کہ بے شک آنحضرت ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر۔ رمضان المبارک میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴۔ المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳)

اس روایت کی سند بھی کمزور ہے کیونکہ اس میں ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ راوی ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے چنانچہ شعبہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابن معین کہتے ہیں ليس بثقة۔ امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ سكت عنه البخاري۔ امام بخاری نے اسے نظر انداز کیا ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں له مناكير۔ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۷) ابن عدی کہتے ہیں لین۔ اس میں کمزوری ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳) ابن حجرؒ فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۷) لہٰذا سند کے اعتبار سے اس روایت سے استدلال بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس مفصل و مدلل بحث سے یہ حقیقت تو پوری طرح بے نقاب ہو چکی کہ حدیث عائشہ صدیقہ تو اپنی اضطراری کیفیت کی بنا پر رکعات کے لیے دلیل نہیں بن سکتی۔ باقی رہیں دیگر روایات تو ان کا نقشہ ملاحظہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فرمالیجیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۱ ۲ ۳	۸ رکعت اور وتر (ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۳۸) ۸ رکعات اور وتر (قیام اللیل ص ۹۲) ۲۰ رکعات اور تین وتر (تاریخ جرجان ص ۳۱۷)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۱	۲۰ رکعات اور وتر (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴)

سطور بالا میں آپ با حوالہ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ چاروں روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن ان کے درمیان چند ایسے فرق نمایاں ہیں جنہیں محسوس کرنے کے لیے کسی گہری نگاہ کی ضرورت نہیں۔ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی انہیں بآسانی محسوس کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا دل حقیقت پسندی اور فکر آخرت سے محروم نہ ہو۔

(۱) حدیث جابرؓ باہم متعارض و متناقض ہے۔ اس کے تین طرق میں سے دو آٹھ رکعت پر دلالت کرتے ہیں اور ایک بیس رکعات پر جبکہ حدیث ابن عباسؓ متعارض نہیں ہے۔

(۲) حدیث جابرؓ کی آٹھ رکعات کا متابع موجود نہیں جبکہ حدیث ابن عباسؓ کا متابع حدیث جابرؓ کی بیس رکعت والی روایت موجود ہے اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ضعیف روایت کا متابع ضعیف روایت کی صورت میں بھی موجود ہو تو اس کا ضعف کم ہو جاتا ہے۔

(۳) حدیث جابرؓ کی آٹھ رکعت والی روایت کو امت کا تلقی بالقبول حاصل نہیں جبکہ حدیث ابن عباسؓ کو امت کے تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اور امت کا تلقی بالقبول ضعف روایت کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

(۴) اسلاف امت میں سے جن اکابر نے حدیث جابرؓ کی سند کی توثیق کی ہے، ان میں سے کوئی بھی رکعات تراویح کے لیے اس سے استدلال نہیں کرتا بلکہ رکعات تراویح کے لیے وہ سب بزرگ عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

(۵) حدیث جابرؓ سے رکعات تراویح کے لیے کسی محدث نے استدلال نہیں کیا جبکہ اس کے برعکس متعدد ائمہ کرام نے حدیث ابن عباسؓ سے باقاعدہ استدلال کیا ہے۔

حدیث ابن عباسؓ سے ائمہ کا استدلال : علامہ ابن الجوزی الحنبلیؒ الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۵۶۰ میں بیس رکعات نماز تراویح کے ثبوت کے لیے حدیث ابن عباسؓ پیش فرماتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا قیام رمضان بیس رکعت تھا کما جاء فی حدیث ابن عباسؓ جیسا کہ حدیث ابن عباس میں موجود ہے۔ (تحفۃ الاخیار ص ۲۱۱) شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ الحنفی فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباسؓ صحیح وسالم ہے، قابل عمل ہے کیونکہ فعل صحابہؓ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۴۵۲) علامہ ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات نماز تراویح سنت موکدہ ہے: **واول من سنه رسول الله ﷺ ونسبت الی عمر لانه جمع الناس علی ابی بن کعب**۔ سب سے پہلے اسے آنحضرت ﷺ نے سنت قرار دیا۔ حضرت عمرؓ کی طرف اس کی نسبت صرف اتنی ہے کہ انہوں نے قوم کو (ایک امام) حضرت ابی بن کعبؓ پر جمع کر دیا۔ (مغنی ابن قدامہ ج ا ص ۸۰۰) یہاں تک کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں **التراویح عشرون رکعة سنة موکدة ولم یخرجه عمر من تلقاء نفسه** ۔ بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہیں جو حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰) گویا رکعات تراویح کے لیے اسلاف کا حدیث ابن عباسؓ سے استدلال موجود ہے۔

حدیث جابرؓ کی توثیق کرنے والے اکابر کا استدلال: حدیث جابرؓ کی توثیق کے لیے غیر مقلدین چند اکابر کا نام پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان اکابر نے حدیث جابرؓ کی توثیق کی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ درست ہے یا نہیں، لیکن ہم ان شاء اللہ العزیز یہ بات باحوالہ ثابت کرسکیں گے کہ وہ اکابر اگر حدیث جابرؓ کی توثیق کرتے بھی ہیں تو رکعات تراویح کے لیے اس سے استدلال ہرگز نہیں کرتے بلکہ رکعات تراویح کے لیے ان کا استدلال عہد فاروقیؓ کی روایات سے ہے۔ آیئے ان اکابر کا استدلال ملاحظہ فرمالیجیے۔

(۱) **حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ:** حدیث جابرؓ کی توثیق کرنے والے اکابر میں غیر مقلدین

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سب سے پہلا نام حافظ ابن حجرؒ کا پیش کرتے ہیں حالانکہ حافظ ابن حجرؒ رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کی یزید بن رومان اور یزید بن خصیفہ والی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عن عمر انه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة ۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں جمع کیا اور انہوں نے بیس رکعات نماز تراویح پڑھائیں۔ (الدرایہ ج ۱ ص ۱۲۳۔ وتلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱)

(۲) علامہ بدر الدین عینی الحنفیؒ: اس بارے میں دوسرا نام علامہ عینی کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انهم کانوا یقومون علی عهد عمر بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی مثله فصار اجماعا ۔ یعنی عہد فاروقی، عہد عثمانی اور عہد علوی میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور اسی پر اجماع منعقد ہو گیا۔ (حاشیہ کنز الدقائق ج ۱ ص ۴۰)

(۳) امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ: اس بارے میں تیسرا نام امام سیوطیؒ کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عہد فاروقیؓ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سائب بن یزید سے بسند صحیح ثابت ہے کانوا یقومون علی عهد عمر فی شهر رمضان بعشرین رکعة ۔ عہد فاروقیؓ میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۸)

(۴) علامہ ملا علی قاری الحنفیؒ: اس بارے میں چوتھا نام علامہ علی قاریؒ کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عہد فاروقی کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نعم ثبت العشرون من زمن عمر. ہاں (اگر چہ حدیث ابن عباسؓ ضعیف ہے لیکن) عہد فاروقیؓ میں بیس رکعات ثابت ہیں۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴)

(۵) علامہ عبد الحیٔ لکھنوی الحنفیؒ: اس بارے میں پانچواں نام علامہ عبد الحیٔ لکھنویؒ کا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی عہد فاروقیؓ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ثبت اهتمام الصحابة علی عشرین فی عهد عمر وعثمان وعلی من بعدهم یعنی عہد فاروقی، عہد عثمانی،

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عہد علوی اور ان کے بعد صحابہ کرامؓ کے اہتمام سے بیس رکعات تراویح ثابت ہیں۔ (عمدۃ الرعایۃ ج ا ص ۱۷۵)

(۶) **حافظ کمال الدین ابن ہمام الحنفیؒ:** اس بارے میں چھٹا نام حافظ ابن ہمامؒ کا پیش کیا جاتا ہے کہ وہ فتح القدیر ج اص ۳۳۴ میں آٹھ رکعات تراویح کو سنت اور بارہ رکعات کو مستحب قرار دیتے ہیں حالانکہ حافظ ابن ہمام اسی فتح القدیر کے ص ۳۳۳ پر تسلیم کرتے ہیں کہ **ثبت العشرون من زمن عمر** یعنی حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات ثابت ہیں یعنی حافظ ابن ہمامؒ عہد فاروقیؓ کی بیس رکعات سے انکار نہیں کر رہے بلکہ صرف ان کی حکمی حیثیت سے اختلاف کر رہے ہیں۔ تراویح ان کے نزدیک بھی بیس رکعات ہی ہیں البتہ وہ آٹھ رکعت پر سنت نبوی سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت موکدہ اور بارہ رکعات پر سنت خلفاء راشدینؓ سے ثابت ہونے کی وجہ سے مستحب ہونے کا حکم جاری کرتے ہیں۔ لیکن علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ ان کے اس موقف کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سنت خلفاء راشدینؓ بھی سنت نبوی کی طرح سنت ہے جیسا کہ اصول میں سنت کا اطلاق سنت نبویؐ اور سنت خلفاء راشدینؓ دونوں پر ہوتا ہے: **فیکون فعل الفاروق الاعظم ایضا سنة** پس فاروق اعظمؓ کا بیس رکعات تراویح والا فعل بھی سنت نبوی کی طرح سنت ہے۔ (**العرف الشذی** ص ۳۰۹)

اس بحث سے پوری طرح واضح ہو چکا کہ غیر مقلدین کے نزدیک جو اکابر و اسلاف حدیث جابرؓ (آٹھ رکعات والی) کی توثیق کرتے ہیں، وہ بھی رکعات تراویح کے لیے اسے بنیاد نہیں بناتے اور نہ اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ عہد فاروقیؓ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ بیس رکعات تراویح کا اثبات کرتے ہیں اور غیر مقلدین حضرات اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی حدیث کی محض صحت وثقاہت ہی کافی نہیں ہوتی جب تک کہ اس سے استدلال نہ کیا جائے۔ ورنہ بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث کی وہ بے شمار روایات غیر مقلدین کے لیے وبال جان بن جائیں گی جن کی صحت وثقاہت مسلمہ ہے لیکن منسوخ ہونے کی بنا پر ان سے استدلال جائز نہیں اور نہ ان پر عمل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ کیا بخاری کے اندر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور نماز کے اندر خارجی گفتگو کرنے کی روایات کی صحت کے اندر کوئی شبہ کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا غیر مقلدین محض ان کی صحت کی بنیاد پر انہیں عمل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کی بنیاد بنا سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر حدیث جابرؓ کی محض صحت ثابت کرنے سے کیا فائدہ؟

ہم نے حدیث جابرؓ اور حدیث ابن عباسؓ کے درمیان پانچ واضح فرق بیان کر دیے ہیں۔ اس کے باوجود حدیث جابرؓ سے استدلال کرنا اور حدیث ابن عباسؓ کو یکسر نظر انداز کر دینا خالص غیر مقلدانہ جسارت ہے جسے علم وتحقیق کی دنیا میں مبنی برانصاف ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: یہاں یہ غلط فہمی پیدا کی جاسکتی ہے کہ جب مذکورہ علما آٹھ رکعات کو سنت نبوی تسلیم کرتے ہیں تو پھر رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کی روایات سے کیوں استدلال کرتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے مطابق آٹھ رکعات کو سنت نبوی قرار دینے کے باوجود سنت خلفاء راشدینؓ کو نظر انداز نہیں کرتے چنانچہ علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ **وجمع بينهما بانه وقع اولا ثم استقر الامر على العشرين فانه المتوارث**۔ یعنی گیارہ اور بیس رکعات کی روایات کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ پہلے گیارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں پھر بیس پر معاملہ پختہ ہوگیا اور یہی متواتر ومتوارث عمل ہے۔ **لهذا ان قيام رمضان سنة احدى عشرة بالوتر في جماعة فعله عليه السلام وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين**۔ گیارہ رکعات سنت نبوی اور بیس رکعت سنت خلفاء راشدین ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴) یہی موقف علامہ قسطلانی الشافعیؒ کا التعليق الحسن ج ۲ ص ۵۳ میں، امام بیہقی الشافعیؒ کا السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ میں، علامہ سلیمان الباجی المالکیؒ کا المنتقی شرح الموطا ص ۲۰۸ میں، امام سیوطی الشافعیؒ کا المصابیح ص ۳۹ میں اور حافظ ابن حجر الشافعیؒ کا فتح الباری ج ۵ ص ۵۷ میں مذکور ہے۔

غیر مقلدین کا دوہرا معیار

علماء اہل سنت کو غیر مقلدین سے ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ کسی روایت کو قبول یا رد کرنے کے لیے ان کے ہاں دوہرا معیار پایا جاتا ہے یعنی ان کے پاس لینے اور دینے کے پیمانے جدا جدا ہیں۔ آیئے آپ بھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمالیجیے۔ حدیث ابن عباسؓ کے راوی ابراہیم بن عثمان اور حدیث جابرؓ کے راوی عیسیٰ بن جاریہ اور محمد بن حمید رازی کے بارے میں غیر مقلدین کے ہاں کس قدر بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

Telegram : t.me/pasbanehaq1

قال ابن عدیؒ	ابراہیم بن عثمان	لین الحدیث	غیر مقلدین نے کہا	درست ہے
قال ابن حجرؒ	عیسیٰ بن جاریہ	لین الحدیث		غلط ہے
قال الذہبیؒ	ابراہیم بن عثمان	لہ مناکیر		درست ہے
قال ابن معینؒ	عیسیٰ بن جاریہ	لہ مناکیر		غلط ہے
قال النسائیؒ	ابراہیم بن عثمان	متروک الحدیث		درست ہے
قال ابوداوُدؒ	عیسیٰ بن جاریہ	منکر الحدیث		غلط ہے
قال احمدؒ	ابراہیم بن عثمان	ضعیف		درست ہے
قال الساجیؒ والعقیلیؒ	عیسیٰ بن جاریہ	ضعیف		غلط ہے
قال البیہقیؒ واحمدؒ	ابراہیم بن عثمان	ضعیف		درست ہے
قال ابن حجرؒ والذہبیؒ	محمد بن حمید رازی	ضعیف		غلط ہے
قال الذہبیؒ	ابراہیم بن عثمان	لہ مناکیر		درست ہے
قال یعقوب بن شیبۃؒ	محمد بن حمید رازی	کثیر المناکیر		غلط ہے
قال البخاریؒ	ابراہیم بن عثمان	سکت عنہ		درست ہے
قال البخاریؒ	محمد بن حمید رازی	فیہ نظر		غلط ہے
قال شعبۃؒ	ابراہیم بن عثمان	کذاب		درست ہے
قال ابوزرعۃؒ واسحاقؒ وابن خراشؒ	محمد بن حمید رازی	کذاب		غلط ہے
قال ابن معینؒ	ابراہیم بن عثمان	لیس بثقۃ		درست ہے
قال النسائیؒ	محمد بن حمید رازی	لیس بثقۃ		غلط ہے

نوٹ: غیر مقلدین کے معروف امام حافظ محمد عبد اللہ روپڑیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

راوی کے حق میں فیہ نظر فرمادیں تو اس کی حدیث سے نہ استدلال پکڑا جاسکتا ہے نہ وہ دوسری روایت کی شاہد ہوسکتی ہے اور نہ وہ متابعت کا کام دے سکتی ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۳۲۴۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵) اور امام بخاری محمد بن حمید رازی کے بارے میں فیہ نظر ہی تو فرما رہے ہیں۔ اب اس کی روایت سے استدلال کیونکر صحیح ہوگا؟

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری کا فیصلہ: اس مدلل بحث کے بعد بھی اگر غیر مقلدین حدیث جابرؓ کی صحت پر بضد ہوں تو بھی انہیں اس کی صحت فائدہ نہیں دیتی کیونکہ ان کے پیشوا مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوریؒ غیر مقلد ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **سلمنا صحة اسناده لكن تقرر ان صحة الاسناد لا يستلزم صحة المتن** یعنی اس کی سند کا صحیح ہونا تسلیم لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ (ابکار المنن ص ۲۰) گویا عملی حوالہ سے کسی روایت کی سند کی صحت بھی فائدہ نہیں دیتی جب تک کہ متن حدیث کو امت کا تلقی بالقبول حاصل نہ ہو اور یہی ہمارا موقف ہے کہ حدیث جابرؓ اگر سند کے اعتبار سے بالفرض صحیح ثابت ہو بھی جائے تو امت کا تلقی بالقبول حاصل نہ ہونے کی وجہ سے وہ قابل استدلال نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: بعض غیر مقلدین یہ دھوکہ بھی دیتے ہیں کہ عیسیٰ بن جاریہ کی تو بعض ائمہ نے توثیق بھی کی ہے جبکہ ابراہیم بن عثمان کی کسی نے توثیق نہیں کی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ بعض ائمہ نے ابراہیم کی بھی توثیق کی ہے مثلاً ابن عدیؒ فرماتے ہیں **له احاديث صالحة وخير من ابراهيم ابن ابى حية** یعنی ابراہیم کے پاس صالح روایات بھی ہیں اور وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۴۵) اور امام بخاریؒ کے استاد یزید بن ہارون فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں ابراہیم بن عثمان سے زیادہ عادل قاضی کوئی نہیں گزرا۔ (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵) لیکن یہ بات ہم بار بار واضح کرنا چاہیں گے کہ حدیث ابن عباسؓ سے ہمارا استدلال صحت سند کی بنیاد پر نہیں بلکہ امت کے تلقی بالقبول کی بنیاد پر ہے۔ غیر مقلدین میں اگر اخلاقی جرات ہے تو وہ اس اعتبار سے اس کی تردید کریں۔ **هل منكم رجل رشيد؟**

حاصل بحث: اس پوری بحث کے بعد جو دیانت دارانہ نتیجہ سامنے آتا ہے، وہ یہی ہے کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عہد نبوی ﷺ کی رکعات تراویح سے متعلق تمام روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے لیکن اس سلسلے میں کوئی تاکیدی حکم نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۹۔ مسلم ج ۱ ص ۲۵۹) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کسی تاکیدی حکم کے بغیر قیام رمضان کی ترغیب فرماتے تھے۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۳۷)

اسی لیے جمہور اہل سنت والجماعت کا موقف یہی ہے کہ کسی صحیح روایت سے عہد نبوی ﷺ کی رکعات تراویح ثابت نہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ **اعلم انه لم ینقل کم صلی رسول الله** ﷺ **تلک اللیالی هل هو عشرون او اقل. مذهبنا ان التراویح عشرون رکعة** ۔ یعنی آنحضرت ﷺ سے باجماعت نماز تراویح کے ایام ثلاثہ میں رکعات ثابت نہیں البتہ ہمارا مذہب بیس تراویح کا ہے۔ (تحفۃ الاخیار ص ۱۱۶۔ الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۵۰) علامہ ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح کا کوئی عدد معین ثابت نہیں۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۳) نیز فرماتے ہیں کہ **ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد معین موقت عن النبی** ﷺ **لا یزید و لا ینقص فقد اخطا** یعنی جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ ﷺ سے قیام رمضان کی رکعات کے لیے ایسا عدد معین ثابت ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی، وہ غلطی پر ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۵۱) قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کو رکعات کے کسی عدد معین سے محدود کرنا یا کسی خاص قراءت کے ساتھ مخصوص کرنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۳) اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتاوی عزیزی ص ۴۵۲ میں، نواب وحید الزمان خان نے کنز الحقائق ص ۳۰ اور نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۶ میں اور نواب نور الحسن خان نے عرف الجادی ص ۸۴ میں یہی موقف اختیار کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اسی لیے امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ:

ولو ثبت عددها بالنص لم تجز الزیادة علیه لاهل المدینة والصدر الاول کانوا اورع من ذلک اگر رکعات تراویح کا عدد معین نص سے ثابت ہوتا تو خیر القرون کے اہل مدینہ ان میں ہرگز زیادتی نہ کرتے کیونکہ وہ (بعد والے لوگوں سے) زیادہ متقی و پرہیزگار

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تھے۔(الحاوی للفتاوی ج۱ص ۳۴۸) نیز فرماتے ہیں کہ **ان العلماء اختلفوا فی عددها ولو ثبت ذالک من فعل النبی ﷺ لم یختلف فیه** ۔بے شک علمانے رکعات تراویح میں اختلاف کیا ہے۔اگر سنت نبویؐ سے ان کا عدد معین ثابت ہوتا تو علما اس میں اختلاف ہرگز نہ کرتے۔(مصابیح للسیوطی ص۴۲)

اور یہ ہے بھی حقیقت کہ رکعات تراویح میں اختلاف خیر القرون یا اس کے قریب زمانہ میں پیدا ہوا۔اگر آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح بصراحت ثابت ہوتیں تو اختلاف ہرگز پیدا نہ ہوتا۔معلوم ہوا کہ یہ ائمہ کرامؒ نہ تو حدیث جابرؓ کی صحت کو قبول کرتے ہیں اور نہ حدیث عائشہؓ کو تراویح پر محمول کرتے ہیں۔

نوٹ: یہاں ہم ایک بار پھر یہ وضاحت کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ جن ائمہ نے حدیث ابن عباسؓ سے استدلال کیا ہے، وہ اس کی صحت وثقاہت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس پر امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے کیا ہے۔ورنہ سند کے اعتبار سے حدیث ابن عباسؓ کا ضعف بھی مسلم ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب سوم

سنت خلفائے راشدینؓ

گزشتہ باب میں بالتفصیل گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے باجماعت قیام رمضان چند دن فرمایا۔ پھر اسے امت پر فرضیت کی وجہ سے ترک فرمادیا۔ اور یہ بھی بدلائل قاہرہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ اس باجماعت نماز کی رکعات کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان گھروں یا مسجدوں میں جو نماز ادا کرتے تھے، اس کی رکعات کا ثبوت بھی دستیاب نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات بھی گزر چکی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس نماز کی ترغیب دیتے تھے لیکن اس کے لیے کسی قسم کا تاکیدی حکم نہ فرماتے تھے۔ چونکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک سنت نبویؐ کے بعد سب سے بڑی دلیل سنت خلفاء راشدینؓ ہے، اس لیے اب ہم اسی دلیل کے حوالے سے بحث کریں گے کہ خلفائے راشدینؓ کے ہاں رکعات تراویح کی تعداد کیا ہے؟

عہد صدیقیؓ میں نماز تراویح

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد قرآن پاک کے وعدۂ خلافت کے مطابق تمام انصار ومہاجرین صحابہؓ نے بالاتفاق حضرت سیدنا امام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا اور وہی خلیفہ بلافصل قرار پائے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی نماز تراویح کا وہی سلسلہ جاری رہا جو عہد نبویؐ کے آخری ایام میں موجود تھا یعنی انفرادی یا متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

ثم کان الامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر (بخاری ج ا ص ۲۶۹۔ مسلم ج ا ص ۲۵۹) یعنی پھر عہد نبویؐ والا یہ معاملہ خلافت صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

آغاز میں اسی طرح قائم رہا۔

گویا عہد صدیقیؓ میں بھی قیام رمضان کا وہی عہد نبویؐ والا طرز قائم رہا۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں نماز تراویح باجماعت کا انتظام نہ تھا بلکہ خلافت اولیٰ کے عہد میں بھی نہ تھا۔ لوگ متفرق طور پر پڑھتے تھے۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۴۶) ''ایک حق پسند کے لیے یہ بات قابل غور ہے کہ جماعت تراویح جو آج اسلامی ممالک میں مروج ہے، یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جاری ہوئی تھی۔ خلافت اولیٰ کے زمانے میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا۔'' (ایضاً ص ۵۵۱)

یعنی عہد صدیقیؓ میں نہ مستقل طور پر باجماعت قیام رمضان تھا اور نہ متفرق جماعتوں میں رکعات کی کوئی تعیین۔ چنانچہ مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ غیر مقلد فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۲۳ ص ۶۴۰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا حال صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ وہ کتنی رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ اگر عہد نبویؐ میں رکعات تراویح کی تعیین موجود ہوتی تو صدیق اکبرؓ سے بڑھ کر کون ان سے باخبر ہوتا؟

عہد فاروقی کی جماعت تراویح

۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ کو امام صدیق اکبرؓ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور انہی کے انتخاب پر امام فاروق اعظمؓ نے خلافت سنبھالی۔ تقریباً دو ماہ بعد رمضان المبارک آ گیا۔ اس موقع پر آغاز رمضان میں آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عکیم الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ:

''ماہ رمضان کی اول شب نماز مغرب کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا: **هذا الشهر كتب عليكم صيامه ولم يكتب عليكم قيامه فمن استطاع منكم ان يقوم فليقم فانها نوافل الخير فمن لم يستطع فلينم على فراشه .** ''یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے تم پر فرض کیے گئے لیکن اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا گیا۔ پس تم میں سے جو قیام کی طاقت رکھتا ہے، وہ قیام کرے کیونکہ یہ نوافل اس کے لیے بہتر ہیں اور جو تم میں سے قیام کی طاقت نہیں رکھتا، وہ اپنے بستر پر نیند کرے۔'' (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۶)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

گویا خلافت فاروقیؓ کے آغاز میں نماز تراویح کی سابقہ کیفیت برقرار تھی اور اس کا درجہ نوافل یا استحبابی سنت کا رہا لیکن اگلے سال فاروق اعظمؓ نے باجماعت تراویح کے لیے سرکاری حکم جاری فرما دیا چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ فرماتے ہیں کہ:

''رمضان المبارک کی ایک شب کو میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو لوگ الگ الگ اور متفرق ٹولیوں کی صورت میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر میں ان کو ایک امام پر جمع کر دوں تو بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا۔ کچھ دن بعد آپ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں جمع کر دیا۔ اس کے بعد ایک رات ہم نکلے تو لوگ مسجد کے اندر ایک امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: نعمت البدعة هذه۔ یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔'' (بخاری ج ا ص ۲۶۹)

متفرق جماعتوں کا سلسلہ ختم کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت نوفل بن ایاس الہزلیؒ فرماتے ہیں کہ:

''ہم عہد فاروقیؓ میں مسجد کے اندر متفرق جماعتوں کی صورت میں قیام رمضان کرتے تھے اور لوگ خوش الحان قاریوں کی طرف مائل تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فرمایا: اتخذوا القرآن اغانی۔ لوگوں نے قرآن کو گانا سمجھ رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے توفیق ملی تو میں اس طرز کو بدل دوں گا۔ تین دن سے زائد نہ ہوئے تھے کہ آپ نے ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۴۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۹)

غالباً تین دن امام فاروق اعظمؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے:

وقد كان علي يحث عمر على اقامة هذه السنة الى ان اقامها ۔یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس (باجماعت نماز تراویح کی) سنت کے قائم کرنے پر ابھارا یہاں تک کہ انہوں نے اسے قائم کر دیا۔'' (مستدرک حاکم ج ا ص ۴۴۰) اور خود حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام رمضان کے لیے مسجد میں حاضر ہوا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے فرمایا کہ **یا ابا الحسن فتحرض الناس على الصلوة حتى تصيبهم البركة فامر الناس بالقيام** ۔اے علیؓ، لوگوں کو (باجماعت) قیام رمضان پر ابھارو تا کہ وہ اس کی برکات پوری طرح حاصل کر سکیں۔ پھر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو قیام کا حکم دیا۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۵) تاریخی روایات کے مطابق حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں لوگوں کو قیام رمضان کے لیے جمع کرنے کا واقعہ خلافت فاروقیؓ کے دوسرے سال یعنی ۱۴ ہجری کا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ ص ۲۰۹۔ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۸۹۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۱۵)

مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں فاروق اعظمؓ کے اس فعل کے دو بنیادی سبب نظر آتے ہیں۔

پہلا ایک مسجد میں متفرق جماعتوں کا سلسلہ ختم کرنا جو مستقبل میں مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ و جدال کا ذریعہ بن سکتی تھیں لیکن افسوس کہ فاروق اعظمؓ نے تو جماعت پر تفریق کا راستہ بند کیا لیکن غیر مقلدین نے رکعات پر وحدت امت پارہ پارہ کردی اور دوسرا، عظمت قرآن کو دلوں میں برقرار رکھنا تاکہ لوگ خوش الحانیوں میں مبتلا ہو کر قرآن سے ثانوی سلوک نہ کرنے لگیں۔ چنانچہ یہ ایک اتفاقی مسئلہ ٹھہرا۔ **فکان عمر اول من جمع الناس علی قارئ واحد.** کہ حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۲) امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں: **وذالک صریح فی انها لم تکن فی عهد رسول الله ﷺ** ۔یعنی یہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ عہد نبویؐ میں تراویح کا یہ (باجماعت) سلسلہ موجود نہ تھا۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۸) اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ (تراویح کا) جماعتی انتظام خلفیہ ثانی حضرت عمرؓ نے کیا۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۴۶)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ رمضان المبارک کی راتوں میں سرکاری گشت کے دوران، جو کہ ان کا معمول تھا، مدینہ منورہ کی مختلف مساجد میں پہنچے تو وہاں متفرق جماعتوں کا سلسلہ نظر آیا جسے انہوں نے بعض خطرات و خدشات کی بنا پر ناپسند فرمایا اور تمام لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں جمع کر کے انہوں نے قیام رمضان کے اندر جماعتی وحدت پیدا کردی۔

دوسرا سرکاری حکم

پھر حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مختلف مساجد کے اندر محنت و صحت کے لحاظ سے ہر قسم کے لوگ نماز پڑھنے والے موجود ہیں۔ کچھ ان میں سے ضعیف و کمزور ہیں اور کچھ محنت کش اور مزدور ہیں جو دن بھر کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

محنت ومزدوری یا ضعف وکمزوری کی بنا پر طویل قیام کی ہمت نہیں رکھتے۔ چنانچہ ان کی رعایت میں:

ان عمر دعا القراء فی رمضان فامر اسرعهم قراء ۃ ان یقرا بثلاثین آیۃ والوسط خمسۃ وعشرین آیۃ والبطیٔ عشرین آیۃ. حضرت عمرؓ نے (مختلف مساجد کے اندر) تراویح پڑھانے والے قراء کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ تیز رفتار قاری ہر رکعت میں تیس آیات پڑھے۔ درمیانی رفتار والا پچیس آیات اور سست رفتار قاری ہر رکعت میں بیس آیات پڑھے۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲) چنانچہ مشہور تابعی حضرت سعید بن الجبیرؒ کے بارے میں منقول ہے کہ: یقرا فی کل رکعۃ بخمس وعشرین آیۃ۔ وہ تراویح کی ہر رکعت میں پچیس آیات پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲)

حضرت فاروق اعظمؓ کے اس سرکاری حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف دنیوی معاملات میں لوگوں کی حالت وکیفیت کی خبر نہیں رکھتے تھے بلکہ دینی امور میں بھی ان کی حالت وکیفیت پر گہری نظر رکھتے تھے اور ایسے جملہ معاملات کی براہ راست خود نگرانی کرتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس دور میں تیز رفتاری کا یہ تصور ہرگز نہ تھا جو بدقسمتی سے ہمارے زمانے کے حفاظ قرآن میں پایا جاتا ہے یعنی یعلمون اور تعلمون کے سوا کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ بلکہ تجوید وترتیل قرآن کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے قراء قرآن کی طبعی رفتار میں جو فرق تھا، اس کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ غالباً حضرت فاروق اعظمؓ نے ان سے قرآن پاک سن کر ان کی رفتار کا جائزہ لے کر اس کے مطابق حکم صادر فرمایا۔

قیام رمضان باجماعت کا اجرا یا احیا؟

اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب عہد نبویؐ میں باجماعت تراویح کا باقاعدہ سلسلہ موجود نہ تھا تو یہ فاروق اعظمؓ کی طرف سے ایک نئے سلسلے کا اجرا ہے جو بدعت ہے۔ اس کے جواب میں ہمارا موقف یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا یہ اتفاقی واجماعی نظریہ ہے کہ خاتم النبیینؐ ہونے کی بنا پر آنحضرت ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا لہٰذا اس کے بعد کسی چیز کے حلال وحرام یا فرض ہونے کا اندیشہ بھی باقی نہ رہا۔ چونکہ قیام رمضان کو حضور علیہ السلام خود اپنی سنت قرار دے چکے تھے جس کا حکم سنیت بدستور باقی تھا۔ دوسری طرف آپ نے اس کی جماعت کے سلسلے کو بھی پسند فرمایا جسے صرف خوف

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فرضیت کی وجہ سے جاری نہ رکھا یعنی اس کی جماعت حضور علیہ السلام کو پسند تھی لیکن جب آپ دارفنا سے دارالبقا کی طرف کوچ فرما گئے تو وحی کا سلسلہ بند ہونے کی بنا پر خوف فرضیت ختم ہو گیا لہٰذا امام فاروق اعظمؓ نے حضور علیہ السلام کی سنت کو وہ طرز دوبارہ دے دیا جو خود حضورؐ نے اختیار و پسند فرمایا تھا۔ اس اعتبار سے یہ قیام رمضان کا اجرا ہرگز نہیں بلکہ اس کا احیا تھا۔

عہد فاروقیؓ کی رکعات تراویح: چونکہ یہ ثابت ہو چکا کہ با جماعت قیام رمضان کی سنت نبوی کا احیا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا اور وہی جماعت اپنی ہیئت و رکعات کے لیے معیار و اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے اب ہم عہد فاروقیؓ کی با جماعت نماز کی ان روایات کا جائزہ لینا چاہیں گے جن میں رکعات کا تذکرہ موجود ہے۔

پہلی روایت: **عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة و کانوا یقرؤن بالمئین و کانوا یتوکئون علی عصیهم فی عهد عثمان من شدة القیام**

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم عہد فاروقیؓ میں بیس رکعت قیام رمضان کرتے تھے اور قاری ہر رکعت میں سو سو آیات پڑھتا تھا اور عہد عثمانیؓ میں تو طول قیام کی وجہ سے لوگوں کو لاٹھیوں کا سہارا لینا پڑتا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۶۔ عمدۃ القاری للعینی ج ۱۱ ص ۱۲۷۔ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۹۸)

علامہ بیہقیؒ، امام نوویؒ، امام بغویؒ، علامہ عراقیؒ، امام سیوطیؒ، علامہ نیمویؒ، علامہ سبکیؒ، علامہ زیلعیؒ اور علامہ عینیؒ جیسے ائمہ حدیث اس روایت کی توثیق کرتے ہوئے اس کی سند کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶۔ شرح مہذب ج ۲ ص ۳۲۔ التعلیق الحسن ص ۲۰۴۔ شرح السنۃ للبغویؒ ج ۴ ص ۱۲۰۔ آثار السنن ج ۲ ص ۵۴۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵۔ تحفۃ الاخیار ص ۱۹۲ وغیرہ)

یہی وجہ ہے کہ جب عصر حاضر کے معروف غیر مقلد الشیخ ناصر الدین الالبانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے غیر مقلدانہ کوشش کی تو مدرس حرم الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری نے "تصحیح حدیث

Telegram : t.me/pasbanehaq1

صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ'' کے نام سے اس کے جواب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا جو ۱۳۹۲/۱۹۷۲ء میں بیروت سے طبع ہوا۔ اس میں شیخ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام نوویؒ، علامہ زیلعیؒ، امام سبکیؒ، ابن العراقیؒ، علامہ عینیؒ، امام سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ اور علامہ نیمویؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ص ۷) یعنی ان اصحاب فن کے مقابلے میں بے چارے البانی کا انکار کیا حیثیت رکھتا ہے۔

غیر مقلدین کی بے بسی: غیر مقلدین کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ جب وہ حدیث جابرؓ میں عیسیٰ بن جاریہ کی صحت وثقاہت ثابت کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں تو پھر ان چند ائمہ کا سہارا لیتے ہیں جنہوں نے حدیث جابرؓ کو صحیح تسلیم کیا ہے حالانکہ وہی اکابر مذکورہ حدیث (سائب بن یزیدؓ کی توثیق کرنے والے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ حضرات جب حدیث جابرؓ کی توثیق کریں تو قابل قبول، اور اگر حدیث سائب بن یزیدؓ کی توثیق کریں تو نا قابل قبول۔ آخر کیوں؟ حالانکہ ان اکابر کی طرف سے دونوں روایتوں کی توثیق میں واضح فرق موجود ہے۔ حدیث جابرؓ کی وہ صرف توثیق کرتے ہیں، نہ اس پر ان کا عمل ہے اور نہ رکعات تراویح کے لیے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ گزشتہ اوراق میں اس کی باحوالہ بحث گزر چکی ہے۔ اس کے برعکس وہ ابن ابی ذئب والی روایت کی توثیق بھی کرتے ہیں، اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور اس سے استدلال بھی کرتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ العزیز اس کی بحث آئندہ اوراق میں آئے گی۔

دوسری روایت: **عن محمد بن جعفر عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر.** یعنی ہم عہد فاروقیؓ میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۴۲۔ کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۴) علامہ سبکیؒ، امام نوویؒ، اور ملا علی قاریؒ اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے التعلیق الحسن ص ۲۰۴۔ آثار السنن ج ۲ ص ۵۴۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۵)

غیر مقلدین اس روایت کی سند پر تو کوئی اعتراض تلاش نہ کر سکے البتہ اسے مرسل قرار دے کر قبول کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ مرسل روایت کے قبول کرنے میں اگرچہ ائمہ اہل سنت کے درمیان

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اختلاف موجود ہے لیکن جمہور ائمہ اہل سنت مرسل روایت کو قبول اور اس سے استدلال کرتے ہیں چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہے۔ (کتاب العلل ج ۲ ص ۲۳۹) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر فقہا کے نزدیک مرسل حدیث بھی حجت ہے۔ (مقدمہ مسلم ص ۱۷) امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ تابعین سب کے سب مرسل کے قابل احتجاج ہونے پر متفق تھے۔ دوسری صدی کے آخر تک کسی نے اس سے انکار نہیں کیا۔ بقول علامہ ابن عبدالبرؒ امام شافعیؒ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کا انکار کیا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۰) نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ مراسیل کے ساتھ گزشتہ زمانے میں علما احتجاج کرتے تھے مثلاً سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ لیکن جب امام شافعیؒ آئے تو انہوں نے مراسیل کی حجیت میں کلام کیا۔ (الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ص ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ خیر القرون میں امام شافعیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرسل روایت کی حجیت سے انکار کیا لیکن امام شافعیؒ کا انکار بھی چند شرائط پر مبنی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل کے ساتھ اگر تقویت پہنچانے والی کوئی چیز مل جائے تو وہ مرسل بھی حجت ہوگی مثلاً کوئی مسند یا دوسری مرسل روایت اس کی تائید میں موجود ہو یا بعض صحابہؓ یا اکثر علما کا اس پر عمل ہو۔ (مقدمہ مسلم ص ۱۷)

اس پوری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ ہماری پیش کردہ دوسری روایت دیگر تمام ائمہ کرامؒ کے نزدیک اس لیے حجت ہے کہ وہ مرسل کو حجت مانتے ہیں۔ باقی رہے امام شافعیؒ تو وہ ان کے نزدیک بھی حجت ہے کیونکہ یہ ان کی تمام شرائط پر پوری اترتی ہے۔ وہ مرسل روایت کو حجت ماننے کے لیے اپنی پیش کردہ شرائط میں سے صرف ایک شرط کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن یہاں تو یہ روایت ان کی ہر شرط پر پورا اترتی ہے۔ مثلاً:

(۱) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس کی تائید میں کوئی مسند روایت موجود ہو تو ہماری پیش کردہ اس روایت کی تائید میں دو مسند روایتیں موجود ہیں۔ پہلی حدیث ابن عباسؓ اور دوسری حدیث جابرؓ (بیس رکعت والی)۔

(۲) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس کی تائید میں کوئی دوسری مرسل روایت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

موجود ہوتو ہماری پیش کردہ اس روایت کی تائید میں ایک نہیں، متعدد مرسل روایات موجود ہیں جیسا کہ آپ اسی باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۳) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس پر بعض صحابہؓ کا عمل ثابت ہوتو ہماری اس پیش کردہ روایت پر ہمارے نزدیک تو صحابہ کرامؓ کا عملی اجماع ثابت ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں ان شاء اللہ العزیز اس پر بحث آئے گی۔ لیکن بعض صحابہ کرامؓ کا اس پر عمل تو غیر مقلدین کے ہاں بھی ثابت ہے جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۶۵۳ میں، مولانا محمد اسماعیل سلفی تحریک آزادی فکر ص ۲۴۲ میں، مولانا ابوالبرکاتؒ فتاویٰ برکاتیہ ص ۸۱ میں اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ آئینہ پرویزیت حصہ پنجم ص ۸۲۴ میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ اس اعتبار سے بھی ہماری پیش کردہ روایت امام شافعیؒ کے نزدیک حجت قرار پاتی ہے۔

(۴) وہ فرماتے ہیں کہ وہ مرسل روایت حجت ہے جس پر اکثر علما کا عمل ثابت ہوتو ہماری پیش کردہ اس روایت پر ہمارے نزدیک تو اجماع امت ہے لیکن غیر مقلدین کے نزدیک بھی اس پر اکثر علما کا عمل ثابت ہے حتیٰ کہ خود امام شافعیؒ کا اس پر اپنا عمل ثابت ہے۔ آئندہ ابواب میں اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمالیجیے۔ اس کے باوجود اسے قبول کرنے سے انکار کرنا ایک خالص غیر مقلدانہ (یعنی احمقانہ) حرکت ہے۔

تیسری روایت : **عن مالک بن انس عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انها عشرون رکعة** . کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳۔ السنن الصغیر للبیہقی ج ا ص ۲۳۷) قاضی شوکانی غیر مقلد فرماتے ہیں: **وفی المؤطا من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انها عشرون رکعة** (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۹۸) علامہ زیلعیؒ، امام نوویؒ اور امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۴۔ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴۔ شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۰)

اس روایت سے بھی صاف اور واضح الفاظ میں ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پہلا اعتراض: کراچی کی عثمانی پارٹی کے ایک مخبوط الحواس غیر مقلد نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں یزید بن خصیفہ منکر الحدیث تھا حالانکہ یزید بن خصیفہ بخاری کا راوی ہے اور ہماری مذکورہ روایت کی سند (مالک عن یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید) بخاری ج ۱ ص ۳۱۲ پر بعینہ موجود ہے لہٰذا اسے کمزور قرار دینا خالص غیر مقلدیت کی دلیل ہے۔ گویا غیر مقلدین کے نزدیک بخاری کا راوی (بلکہ بخاری کی پوری سند) اگر حنفیوں کی کسی دلیل میں آ جائے تو وہ ناقابل اعتماد و مجروح ہے۔ آخر اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

دوسرا اعتراض: اس روایت پر غیر مقلدین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ روایت موطا میں موجود نہیں حالانکہ یہ اعتراض سراسر باطل و مردود ہے کیونکہ یہ حقیقت یقیناً غیر مقلدین سے بھی پوشیدہ نہیں کہ موطا کے بے شمار نسخے ہیں جن میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ''بستان المحدثین'' میں موطا کے سولہ نسخوں کا ذکر فرمایا ہے جبکہ بعض نسخوں تک ان کی رسائی بھی نہیں ہو سکی۔ غور فرمائیے کہ علامہ عبد الرحمٰن بن خلدون المالکیؒ کے نزدیک احادیث موطا کی کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۲۷) جبکہ علامہ ابن المدینیؒ کے نزدیک ان کی تعداد ایک ہزار ہے۔ (تاریخ الحدیث لعبد الصمد صارم ص ۸۱) جب موطا میں مروی روایات کی تعداد میں ہی اقوال متفرق ہیں اور فرق سینکڑوں سے متجاوز ہے تو یقینی بات ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ کی رسائی موطا کے کسی ایسے نسخے تک ضرور ہوگی جس میں مذکورہ روایت موجود ہو۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ امام مالکؒ سے تقریباً ایک ہزار علما نے موطا کو نقل کیا ہے۔

تیسرا اعتراض: اس روایت پر غیر مقلدین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کو اس سند کے ساتھ موطا اور امام مالک کی طرف منسوب کرنا حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ کا وہم ہے۔ جہاں تک قاضی شوکانی کا تعلق ہے تو وہ جانیں اور غیر مقلدین لیکن حافظ ابن حجرؒ پر یہ اعتراض بایں وجہ ناقابل قبول ہے کہ نہ حافظ ابن حجرؒ کی شخصیت غیر معروف ہے اور نہ ان کی فتح الباری کبھی نایاب رہی ہے۔ وہ نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ جب پانچ سو سال میں کسی محدث و محقق نے ان کی اس روایت کو وہم قرار نہیں دیا تو غیر مقلدین کا تعصب پر مبنی یہ بے بنیاد الزام کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

Telegram : t.me/pasbanehaq1

چوتھی روایت: عن حارث بن عبد الرحمن عن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعة .
یعنی لوگ عہد فاروقیؓ میں ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۲)
علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں تین وتر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

بعض غیر مقلدین نے اس روایت میں ثلاث وعشرین رکعة کے جملے کو ابن ابی ذباب کا وہم قرار دے کر اس روایت کو رد کرنے کی مذموم کوشش کی ہے لیکن یہ اس صورت میں وہم تسلیم کیا جاتا کہ دیگر روایات سے متصادم ہوتا۔ جب یہ جملہ دیگر اکثر روایات کے عین مطابق ہے تو اسے وہم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

پانچویں روایت: عن دائود بن قیس عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید. حضرت عمرؓ نے ماہ رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ پر جمع کیا علی احدیٰ وعشرین رکعۃ اور انہوں نے اکیس رکعات پڑھائیں۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۰) علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک وتر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

گزشتہ روایت میں تئیس رکعات کا اور اس میں اکیس رکعات کا جو ذکر ہے، اس کا فرق بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اکیس اور تئیس کا اختلاف وتروں کی وجہ سے تھا۔ کبھی ایک وتر پڑھا جاتا تھا اور کبھی تین۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۲) یہ روایت بھی بیس رکعت تراویح پر صریح دلیل ہے۔

الشیخ البانی کا عجیب اعتراض: الشیخ ناصر الدین البانیؒ اس روایت کی صحت سے تو انکار نہ کر سکے البتہ یہ اعتراض کر دیا کہ امام عبدالرزاق بن الہمام کی آخر عمر میں بینائی ختم ہو گئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا حافظ ابن ہمامؒ نے یہ کتاب نابینا ہونے کے بعد مرتب کی تھی؟ اور پھر کیا ان کے نابینا ہونے کا اثر صرف اسی ایک روایت پر پڑے گا یا گیارہ ضخیم جلدوں میں پھیلی ہوئی ان کی پوری ''مصنف'' متاثر ہو گی؟ خدا تعالیٰ ضد اور ہٹ دھرمی سے محفوظ فرمائے کہ یہ اچھے بھلے سکالر کو بھی غیر مقلد بنا دیتی ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

چھٹی روایت : عن محمد بن اسحاق عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان ثلاث عشرة رکعة . یعنی ہم رمضان المبارک کے اندر عہد فاروقیؓ میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳)

تیرہ رکعت تراویح کا مسلک محمد بن اسحاق کا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶) وہ فرماتے تھے: وھذا اثبت ما سمعت فی ذالک ۔ میں نے اس بارے میں جتنی روایات سنی ہیں، ان میں زیادہ ثابت تیرہ رکعت ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۴) بلکہ وہ فرماتے ہیں، میں نے گیارہ رکعت کی کوئی حدیث نہیں سنی کیونکہ آنحضرت ﷺ کانت له من اللیل ثلاث عشرة رکعة ۔ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۱۵۷ و عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

ساتویں روایت : عن عبد العزیز بن محمد عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدیٰ عشرة رکعة . ہم عہد فاروقیؓ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس کی ہر رکعت میں سو سو آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ طول قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے اور طلوع فجر کے قریب گھروں کو واپس لوٹتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی ج ص ۳۴۹)

آٹھویں روایت : عن یحییٰ بن سعید القطان عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید . ہم عہد فاروقیؓ میں نماز پڑھتے تھے احدی عشرة رکعة (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲)

یہ بھی محمد بن یوسف کا وہم ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ مذکورہ گیارہ اور تیرہ رکعات والی روایات کے درمیان تطبیق پیدا کرتے ہوئے مولانا عبداللہ غازی پوریؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اسی طرح ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں لوگ تیرہ رکعتیں پڑھتے رہے ہوں اور اول کی دو رکعتوں کے ہلکے ہونے سے سائب بن یزید کبھی ان کا شمار کرتے ہوں اور تیرہ رکعت روایت کرتے ہوں اور کبھی نہیں شمار کرتے ہوں اور گیارہ روایت کرتے ہوں۔ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۶ ص ۲۲۲) گویا مولانا غازی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پوریؒ کے نزدیک بھی عہد فاروقیؓ میں گیارہ رکعت کی بجائے تیرہ رکعت زیادہ یقینی ہیں۔ کاش وہ سائب بن یزید کی بیس رکعت والی روایات پر بھی ایک نظر ڈال لیتے اور ان میں بھی تطبیق پیدا کرنے کی کوشش فرما لیتے لیکن غالباً انہوں نے محمد بن اسحاق کے احسان کا بدلہ چکایا ہے اور اس کا دفاع اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ اس کی روایت فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں ان کے موقف کا دفاع کرتی ہے۔ انہوں نے اس کے لیے اپنا گیارہ رکعت والا مسلک بھی قربان کر دیا۔ گویا اس کے لیے انہوں نے حدیث عائشہؓ اور حدیث جابرؓ تک سے دست برداری اختیار کر لی۔

نویں روایت : عن مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید. حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں اور قاری ہر رکعت میں سو سو آیات تلاوت کرتا تھا یہاں تک کہ طول قیام کی وجہ سے ہم لاٹھیوں کا سہارا لیتے اور طلوع فجر کے قریب ہماری واپسی ہوتی۔ (موطا امام مالک ص ۹۸۔ کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

اس روایت میں بھی **احدیٰ عشرۃ** کا جملہ محمد بن یوسف کا وہم ہے۔ ہم ساتویں اور آٹھویں روایت کے ضمن میں بھی یہ بیان کر چکے ہیں کہ ان میں **احدیٰ عشرۃ** کا جملہ محمد بن یوسف کا وہم ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ غیر مقلدین کی طرح بلا دلیل نہیں بلکہ اس پر ہمارے پاس ٹھوس دلیل موجود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی (جو کہ امام مالکؒ کے مقلد اور موطا امام مالک کے بہت بڑے شارح ہیں) فرماتے ہیں کہ **ھذہ الروایۃ وھم والذی اصح انھم کانوا یقومون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ**۔ یہ گیارہ رکعت والی روایت وہم ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ عہد فاروقیؓ میں لوگ بیس رکعت ادا کرتے تھے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۲) اب یہ وہم کس کا ہے؟ علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک اکیس رکعت والی روایت زیادہ صحیح ہے **ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ رکعۃ الا مالک الاغلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم**۔ میں نہیں جانتا کہ امام مالکؒ کے علاوہ کسی نے گیارہ رکعت کی روایت نقل کی ہو لہٰذا میرے نزدیک یہ گیارہ رکعت کا جملہ امام مالکؒ کا وہم ہے۔ (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۱۵۔ المصابیح ص ۱۵۔ التمہید ج ۱ ص ۱۱۴۔ الحاوی للفتاوی ص

Telegram : t.me/pasbanehaq1

(۳۵۰) جبکہ علامہ ظفر احمد عثمانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہم امام مالکؒ کا نہیں بلکہ محمد بن یوسف کا ہے۔ فانہ قال مرۃ احدی وعشرین ومرۃ احدی عشرۃ وتارۃ ثلث عشرۃ ۔ وہ کبھی اکیس رکعت روایت کرتا ہے، کبھی تیرہ رکعت اور کبھی گیارہ رکعت۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۴۷) اور محمد بن یوسف کی متفرق روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہم اسی کا ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے۔

دسویں روایت : عن مالک بن انس عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ . یعنی عہد فاروقیؓ میں لوگ تیئیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۴۰۔ شعب الایمان ج ۳ ص ۱۷۷) امام بغویؒ اور علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۰۵۔ شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۰) البتہ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل ہونے ہی کی وجہ سے میاں نذیر حسین دہلویؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، منقطع ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۴۷)

گویا اس روایت میں اس کے سوا کوئی کمزوری نہیں کہ یہ مرسل ہے اور مرسل کی حجیت پر ہم گزشتہ اوراق میں بحث کر چکے ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ یہ روایت مراسیل موطا میں سے ہے اور موطا کے مراسیل بلا اختلاف حجت ہیں یعنی یہ روایت مراسیل موطا میں سے ہونے کی بنا پر بھی حجت ہے اور امام شافعیؒ کی شرائط کے مطابق بھی۔ (امام شافعیؒ کی شرائط گزشتہ اوراق میں پھر ملاحظہ فرما لیجیے)

گیارھویں روایت : عن مالک بن انس عن یحییٰ بن سعید القطان عشرین رکعۃ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲) علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں رجالہ ثقات لیکن یحییٰ بن سعید نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ (التعلیق الحسن ص ۲۰۶) گویا اس روایت میں بھی مرسل ہونے کے علاوہ کوئی کمزوری نہیں اور مرسل کی حجیت واضح ہو چکی۔

بارھویں روایت : عن حسن عن عبد العزیز بن رفیع کان ابی بن

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث .
یعنی ابی بن کعب ماہ رمضان کے اندر مدینہ میں بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۰) امام بغویؒ اس کی سند کو صحیح اور علامہ نیمویؒ اسے مرسل قوی فرماتے ہیں۔ (شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۲۔ آثار السنن ص ۲۰۶)

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے مدرس الشیخ محمد علی الصابونیؒ نے بیس رکعت تراویح کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ (الہدی النبوی الصحیح ص ۵۶) اس روایت پر بھی صرف مرسل ہونے کا اعتراض ہے کیونکہ عبدالعزیز بن رفیع نے حضرت ابی بن کعبؓ کو نہیں دیکھا۔

نیرھویں روایت: عن الحسن البصری ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لهم عشرین رکعة . یعنی ابی بن کعب عہد فاروقیؓ میں بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۲)

ابوداؤد کے بعض نسخوں میں عشرین لیلة اور بعض میں عشرین رکعة کے الفاظ ہیں اسی لیے ابوداؤد کے حوالے سے صاحب مشکوۃ، امام بیہقی، اور علامہ زیلعی وغیرہ ائمہ عشرین لیلة کے الفاظ نقل کرتے ہیں جبکہ علامہ ذہبیؒ، سید امیر علی رام پوریؒ اور مولانا فیض الحسن سہارن پوریؒ وغیرہ ائمہ عشرین رکعة کے الفاظ نقل کرتے ہیں اور ابواؤد کے ہمارے ہاں مروجہ نسخے میں بھی عشرین رکعة کے الفاظ منقول ہے۔ مولوی عنایت اللہ اثری غیر مقلد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے مولانا سید امیر علی رام پوریؒ نے ۱۳۱۴۔ ۱۸۹۶ء میں بحوالہ ابوداؤد عین الہدایہ ج ۱ ص ۵۴۲ میں عشرین لیلة کو عشرین رکعة بنادیا اور ۱۳۴۵۔ ۱۹۲۶ء میں مولوی فیض الحسن دیو بندیؒ نے جو ابوداؤد طبع کرائی، اس میں بھی عشرین رکعة طبع کرادیا۔ (مکاشیب العجابیہ ص ۱۰۳)

اثری صاحب کا یہ الزام سراسر غیر مقلدانہ ہے کیونکہ مولانا سید امیر علی رام پوریؒ سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال قبل علامہ شمس الدین ذہبیؒ الشافعی آٹھویں صدی ہجری میں اپنی معروف کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں بحوالہ ابوداؤد عشرین رکعة کے الفاظ نقل فرما چکے ہیں اور اگر بالفرض اس کی ذمہ داری سید امیر علی رام پوریؒ پر بھی ڈالی جائے تو بھی علماء احناف اس سے بری الذمہ ہیں کیونکہ متعصب

Telegram : t.me/pasbanehaq1

غیر مقلد اسکالر محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ مولانا سید امیر علی، سید نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد اور مسلکاً اہل حدیث تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۵۹)

﴿لطیفہ﴾ غیر مقلدین کی علمی بے بسی : غیر مقلدین کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ علماء احناف کے ناقابل تردید دلائل سے عاجز آ کر بسا اوقات حدیث کے الفاظ کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ۱۹۳۳ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے مسلم شریف کی حدیث ابو موسیٰ اشعریؓ میں **اذا قرا فانصتوا** کے الفاظ کے مستند ہونے سے انکار کر دیا۔ رئیس الاحناف حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ محدث گوجرانوالہ نے اس پر گرفت کی۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ فریقین کے درمیان ثالث قرار پائے اور انہوں نے مولانا امرتسریؒ کے خلاف مولانا عبد العزیزؒ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کی روداد ''کیفیت مناظرہ تحریری'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ علامہ ندویؒ کے اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے (بلکہ مولانا امرتسریؒ کی علمی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے) مولوی عنایت اللہ اثری فرماتے ہیں کہ

''چونکہ تیر نکل چکا تھا اس لیے وہی ہوا جس کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا (یعنی فیصلہ خلاف ہو گیا) محترم مولانا (امرتسریؒ) صاحب چونکہ اخباری مشاغل اور مناظرانہ استحضار کی وجہ سے تدریس حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اس لیے مخارج حدیث میں موصوف کی نظر وسیع نہیں ہو سکی۔''
(البیان المستطاب ص ۳۸)

اب اگر غیر مقلدین ابوداؤد کے کسی نسخے میں **عشرین رکعة** کے الفاظ کا انکار کرتے ہیں تو اسے ان کی عادت ثانیہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

چودھویں روایت : **عن یحییٰ بن سعید الانصاری عن عمر امر رجلا ان یصلی بھم عشرین رکعة** . حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) امام بغویؒ اور علامہ نیمویؒ اس کی سند کو مرسل قوی فرماتے ہیں۔ (شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۲۔ آثار السنن ص ۲۰۶)

پندرھویں روایت: **عن محمد بن کعب القرظی کان الناس**

Telegram : t.me/pasbanehaq1

يصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة يطيلون فيها القراءة ويوترون بثلاث. لوگ عہد فاروقیؓ میں طویل قراءت اور تین وتروں کے ساتھ بیس رکعات قیام رمضان کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۱۵۷)

سولہویں روایت: عن مالک عن داؤد بن الحصين عن الاعرج. ماہ رمضان میں لوگ تراویح کے اندر کفار پر لعنت بھیجتے۔ امام آٹھ رکعت میں سورہ بقرہ ختم کرتا۔ فاذا قام بها فی اثنتی عشرة رکعة رای الناس انه قد خفف۔ جب کبھی بارہ رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ اس نے نماز ہلکی کر دی۔ (موطا امام مالک ص ۹۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقیؓ میں رکعات تراویح بارہ سے زائد تھیں۔ عموماً قاری آٹھ رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھتا اور باقی رکعات میں اس کے علاوہ منزل پڑھتا۔ اور اگر کبھی سورۂ بقرہ آٹھ رکعت کی بجائے بارہ رکعات میں پڑھتا تو قیام مختصر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو نماز ہلکی محسوس ہوتی۔ گویا اس روایت میں بارہ سے زائد کی نفی موجود نہیں لیکن مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ عمر بن الخطاب میں عام طور پر آٹھ رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں اور کبھی کبھی بارہ رکعت پڑھ لی جاتی تھیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۶۳۷)

حالانکہ اس روایت میں قراءۃ وقیام کے طول واختصار کا ذکر ہے، تعیین رکعات کا اس میں تذکرہ تک موجود نہیں بلکہ سیاق کلام تو صاف ظاہر کرتا ہے کہ رکعات بارہ سے زائد تھیں اور دیگر روایات سے اسے ملایا جائے تو وہ بیس تھیں۔ اسی لیے علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیس تراویح کے لیے یہ حدیث صحیح قوی دلیل ہے اور صحابہؓ کے زمانے میں اس پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۶۵) لیکن اگر بالفرض صرف بارہ بھی تسلیم کر لی جائیں تو آٹھ کی قطعیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر نہ حدیث عائشہؓ باقی رہتی ہے نہ حدیث جابرؓ اور نہ حدیث محمد بن یوسفؒ۔ کیا غیر مقلدین یہ اشتہار شائع کرنے کے لیے تیار ہیں کہ رکعات تراویح عہد فاروقیؓ مین بارہ بھی ثابت ہیں، لہٰذا کبھی آٹھ اور کبھی بارہ پڑھنی چاہییں؟

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سترھویں روایت: **عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بھم عشرین رکعۃ.** حضرت عمرؓ نے مجھے تراویح پڑھانے کا حکم دیا پس میں نے ان کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ (کنز العمال ج۴ ص۲۸۴)

غور فرمایئے مذکورہ سترہ روایت میں سے بارہ روایات بیس رکعات تراویح کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، تین روایات گیارہ رکعات کی خبر دیتی ہیں، ایک روایت تیرہ رکعات کی نشان دہی کرتی ہے اور ایک روایت میں بارہ رکعات تک کا ثبوت موجود ہے اور اس سے زائد کی نفی موجود نہیں۔

مذکورہ روایات کی روشنی میں اس بحث کا دل چسپ پہلو یہ ہے کہ اختلاف رکعات صرف ایک راوی محمد بن یوسف کے سلسلہ روایت میں پایا جاتا ہے۔ باقی تمام سلسلوں میں وحدت موجود ہے۔ تفصیل کے لیے صفحہ ۷۸ تا ۸۰ پر مذکورہ روایات کے دو نقشے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری کا فیصلہ: ہم بصراحت ثابت کر چکے ہیں کہ مذکورہ تمام روایات مرسل ہونے کے باوجود صحیح اور قابل عمل ہیں لیکن غیر مقلدین انہیں قبول نہ کرنے پر بضد ہیں۔ اگر ہم بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیں کہ یہ تمام روایات ضعیف ہیں تو بھی ضعیف روایات کا مجموعہ حسن کا درجہ حاصل کرلیتا ہے جیسا کہ مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ **ولو سلم ان کلھا ضعیفۃ فھی مجموعھا تبلغ درجۃ الحسن** یعنی اگر تسلیم کرلیا جائے کہ روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں تو بھی سب کا مجموعہ حسن کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ (ابکار المنن ص ۲۰۲)

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ غیر مقلدین کی ضعیف روایات کا مجموعہ بھی حسن کا درجہ حاصل کرتا ہے اور ہماری مرسل روایات (جو جمہور ائمہ محدثین کے نزدیک ویسے ہی قابل قبول ہیں) کا مجموعہ بھی یہ درجہ حاصل کرنے سے محروم ہے۔

اسلاف امت کا استدلال: اس تفصیلی بحث کی روشنی میں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مذکورہ سترہ روایات میں سے اسلاف امت نے کن روایات سے استدلال کیا ہے اور کن پر عمل کیا ہے۔ وہی روایات ہمارے لیے قابل قبول ہوں گی۔ آیئے اسلاف امت کا استدلال ملاحظہ فرمایئے:

Telegram : t.me/pasbanehaq1

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ یزید بن رومان اور یزید بن خصیفہ کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عن عمر انه جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بهم فی شهر رمضان عشرین رکعة ۔حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعب پر جمع کیا اور انہوں نے بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۲۔ الدرایہ فی تخریج الهدایہ ج ۱ ص ۱۲۳)

(۲) امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فلما جمعهم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرین رکعة ۔حضرت ابی بن کعبؓ نے بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۷۲)

(۳) علامہ تاج الدین سبکی الشافعیؒ بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ومذهبنا ان التراویح عشرون رکعة لما روی البیهقی وغیره باسناد صحیح عن السائب بن یزید ۔بیہقی نے سائب بن یزید سے صحیح سند کے ساتھ جو روایت نقل کی ہے، اس کی بنا پر ہمارا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۰)

(۴) امام جلال الدین سیوطیؒ الشافعی بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: وفی سنن البیهقی وغیره باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بعشرین رکعة ۔سند صحیح سے ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ میں لوگ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۸)

(۵) امام محی الدین نووی الشافعیؒ بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واحتج اصحابنا لما رواه البیهقی وغیره بالاسناد الصحیح عن السائب بن یزید ....عشرین رکعة ۔ہمارے اصحاب کا استدلال صحیح سند سے ثابت بیس رکعات والی روایت سے ہے۔ (المجموع شرح المهذب ج ۴ ص ۳۲)

(۶) امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نقشہ نمبر 1

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۱	ابن ابی ذباب	۱	عشرین رکعة	مصنف عبدالرزاق ج۴ ص۲۶۲
	۲	یزید بن خصیفہ	۱	ابن ابی ذئب۔عشرین رکعة	السنن الکبریٰ ج۲ ص۴۹۶
			۲	محمد بن جعفر۔عشرین رکعة	معرفۃ السنن والآثار ج۴ ص۴۲
			۳	مالک بن انس۔عشرین رکعة	فتح الباری ج۴ ص۲۵۳
	۳	محمد بن یوسف	۱	داؤد بن قیس۔احدی وعشرین	عبدالرزاق ج۴ ص۲۶۰
			۲	محمد بن اسحاق۔ثلث عشرة رکعة	فتح الباری ج۴ ص۲۵۳
			۳	عبدالعزیز بن محمد۔احدی عشرة رکعة	الحاوی للفتاویٰ ج۱ ص۳۴۹
			۴	یحییٰ بن سعید۔احدی عشرة رکعة	ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۹۲
			۵	مالک بن انس۔احدی عشرة رکعة	موطا امام مالک ص۹۸

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نقشہ نمبر ا میں سلسلہ روایت حضرت سائب بن یزید سے شروع ہوتا ہے اور ان سے ان کے تین شاگرد روایت کرتے ہیں۔ پہلے شاگرد ابن ابی ذباب ان سے بیس رکعات کی روایت کرتے ہیں۔ دوسرے شاگرد یزید بن خصیفہ اپنے تین شاگردوں (ابن ابی ذئب، محمد بن جعفر اور مالک بن انس) کے ذریعے ان سے بیس رکعات کی روایت بلا اختلاف نقل کرتے ہیں۔ تیسرے شاگرد محمد بن یوسف اپنے پانچ شاگردوں کے ذریعے ان سے تین مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔ تین شاگردوں (عبدالعزیز بن محمد، یحییٰ بن سعید اور مالک بن انس) کے ذریعے گیارہ رکعات کی، ایک شاگرد محمد بن اسحاق کے ذریعے تیرہ رکعات کی اور ایک شاگرد داؤد بن قیس کے ذریعے اکیس رکعات کی روایت نقل کرتے ہیں۔ گویا ساری گڑبڑ اسی تیسرے شاگرد کی متفرق روایات میں ہے لہٰذا اصول کے مطابق تیسرے شاگرد کی متفرق روایات میں سے وہی روایت قبول کی جاسکتی ہے جو باقی شاگردوں کی روایات کے مطابق ہے اور وہ اکیس رکعات والی روایت ہے (یعنی بیس تراویح اور ایک وتر) دیگر تمام روایات کو وہم راوی قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے گا۔

پھر اس بحث کا یہ پہلو بھی دل چسپی سے خالی نہیں کہ تیسرے شاگرد (محمد بن یوسف) سے گیارہ رکعات کی روایات نقل کرنے والے دو شاگردوں کی اپنی روایات باہم متصادم ہیں۔ ان میں سے ایک شاگرد یحییٰ بن سعید القطان ہیں جن سے دو روایات منقول ہیں۔ ایک گیارہ رکعات کی (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲ میں) اور دوسری بیس رکعات کی (ابن ابی شیبہ ہی میں) چونکہ ان کی بیس رکعات کی روایت دیگر روایات سے ملتی ہے اس لیے اسے قبول کیا جائے گا اور گیارہ رکعات والی روایت کو ان کے استاد محمد بن یوسف کا وہم قرار دے کر چھوڑ دیا جائے گا۔

غور فرمائیے کہ حضرت سائب بن یزید کے تیسرے شاگرد (محمد بن یوسف) کے پانچ شاگردوں میں سے جو تین شاگرد (عبدالعزیز بن محمد، یحییٰ بن سعید اور امام مالکؒ) گیارہ رکعات کی روایت نقل کرتے ہیں، ان میں سے بھی دو شاگرد (یحییٰ بن سعیدؒ اور امام مالکؒ) بیس رکعات کی روایات کے بھی راوی ہیں۔ اس صورت حال میں گیارہ رکعات کی روایت کو کہیں دوربین سے ہی تلاش کیا جاسکتا ہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نقشہ نمبر 2

۱	یزید بن خصیفہ	امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ	عشرین رکعة	فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳
۲	یحییٰ بن سعید القطان		عشرین رکعة	ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲
۳	یزید بن رومان		عشرین رکعة	موطا ص ۹۸
۴	داؤد بن الحصین		اثنتی عشرة رکعة	موطا ص ۹۹
۵	محمد بن یوسف		احدی عشرة رکعة	موطا ص ۹۸

اس نقشہ کے مطابق امام مالکؒ رکعات تراویح کے بارے میں اپنے پانچ استادوں سے تین مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔ تین استادوں (یزید بن خصیفہ، یحییٰ بن سعید اور یزید بن رومان) سے بیس رکعات کی، ایک استاد محمد بن یوسف سے گیارہ رکعات کی، اور ایک استاد داؤد بن الحصین سے کم از کم بارہ رکعات کی جس میں زائد رکعات کی نفی نہیں ہوتی اور دیگر روایات کی روشنی میں وہ بیس رکعات پر ہی دلالت کرتی ہے لہٰذا ان میں سے باقی تمام روایات کو قبول کیا جائے گا اور گیارہ رکعات والی روایت کو وہم راوی قرار دے کر نظر انداز کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء مالکیہ کے ممتاز ترجمان علامہ ابن عبد البرؒ اسے وہم راوی ہی قرار دیتے ہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فرماتے ہیں کہ ولنا ان عمر لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی لھم عشرین رکعۃ۔ ہمارے لیے یہ دلیل ہے کہ ابی بن کعب بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ (المغنی ج ا ص ۷۹۹)

(۷) علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وھو الصحیح عن ابی بن کعب عشرین رکعۃ من غیر خلاف من الصحابۃ ۔صحیح بات یہی ہے کہ ابی بن کعبؓ بغیر اختلاف صحابہؓ کے بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

(۸) الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ الحنفی بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عندنا عشرون رکعۃ لما روی البیھقی باسناد صحیح۔ ہمارے نزدیک بیہقی کی سند صحیح کے ساتھ بیس رکعات تراویح ہی ثابت ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۲۰۹)

(۹) محشی بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری الحنفیؒ بھی انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واحتج اصحابنا والشافعیۃ والحنابلۃ بما رواہ البیھقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید عشرین رکعۃ یعنی ہمارے اصحاب احناف، شوافع اور حنابلہ بیس رکعت والی صحیح روایت سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ (حاشیہ بخاری ج ا ص ۱۰۱) اس بارے میں حوالہ جات بکثرت موجود ہیں۔ ہم نے اہل السنّت والجماعت کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے چند مستند اکابر کے حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے جو عہد فاروقیؓ کی بیس رکعات والی روایات سے باقاعدہ استدلال کرتے ہیں اور انہی روایات پر ان کا عمل بھی ہے۔

غیر مقلدین سے ایک سوال: جبکہ غیر مقلدین حضرت صرف نقل روایت سے دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ اگر تعامل سلف کے بغیر صرف نقل روایت دلیل بن سکتی تو بخاری شریف کی بے شمار ایسی روایات کو امام بخاریؒ اور (بخاری بخاری کرنے والے غیر مقلدین) کا مذہب قرار دیا جاسکتا ہے جن پر امام بخاریؒ سمیت اسلاف امت کا عمل نہیں بلکہ انہی روایات کی آڑ میں منکرین حدیث انکار حدیث کی تحریک پر عمل پیرا ہیں۔ اس لیے غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ اکابر امت کے چند

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ایسے حوالے پیش کریں جن میں انہوں نے عہد فاروقیؓ کی آٹھ رکعات والی روایات سے استدلال کرتے ہوئے ان پر اپنے عمل کی بنیاد رکھی ہو لیکن ہمارا چیلنج ہے کہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک ایسا نہ کر سکیں گے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں آٹھ رکعات پڑھنے کا جو حوالہ پیش کیا جاتا ہے، ہم ثابت کریں گے کہ ان کی طرف منسوب یہ روایات صحیح نہیں۔

روایات میں تطبیق: اس مقام پر ہم اس بحث کو بھی تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتے کہ موطا امام مالکؒ کی آٹھ رکعات والی روایت جب صحت وثقاہت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے تو اس میں وہم راوی کے نظریہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس سے استدلال کیوں درست نہیں؟ تو اس کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ ہم غیر مقلدین کی طرح فرضی اور ہوائی باتوں پر یقین نہیں رکھتے بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ اسلاف امت کی تحقیقات کی روشنی میں باحوالہ بات کرتے ہیں۔ ہم نے روایات کی تفصیل نقشہ کی صورت میں سامنے لا کر واضح کیا تھا کہ **احدی عشرۃ رکعۃ** کا جملہ وہم راوی معلوم ہوتا ہے اور اس کے لیے ہم نے حافظ ابن عبد البرؒ المالکی کا حوالہ بھی دیا تھا لیکن بعض ائمہ اہل سنت اس جملہ کو وہم راوی قرار دینے کے بجائے گیارہ رکعات تراویح کے عمل کو عہد فاروقیؓ کے ابتدائی دور کا واقعہ تسلیم کرتے ہیں جسے بعد میں ترک کر کے بیس رکعات کا عمل اختیار کر لیا گیا۔ ہمیں ان ائمہ کرامؒ کا یہ موقف تسلیم کرنے سے بھی انکار نہیں۔ ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو۔ چنانچہ:

(۱) امام ابوبکر بیہقی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ **وکان عمر امر بھذا العدد زمانا ثم کانوا یقومون علی عھدہ بعشرین رکعۃ** یعنی عہد فاروقیؓ میں کچھ عرصہ تک گیارہ رکعات پر عمل رہا پھر بیس رکعات کا عمل شروع ہو گیا۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴۔ تحفۃ الاخیار ص ۱۹۱) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں **ویمکن الجمع بین الروایتین بانھم کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم کانوا یقومون بعشرین** یعنی دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعات کا عمل تھا، پھر بیس رکعات کا جاری ہو گیا۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶) نیز فرماتے ہیں **ثم استقر الامر علی العشرین وھو المتوارث**۔ پھر بیس رکعات پر عمل پختہ ہو گیا اور یہی عمل جاری ہو گیا۔ (بحوالہ فتح الملہم ج ۲ ص ۳۲۰) گویا امام بیہقی کے نزدیک آٹھ رکعات والی روایات سے استدلال اب اس لیے صحیح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں رہا کہ اس پر تو عہد فاروقیؓ میں ہی عمل متروک ہو چکا تھا اور اسی عہد میں باقاعدہ بیس کا عمل جاری ہو چکا تھا۔

(۲) امام ابن حبیب المالکیؒ فرماتے ہیں کہ انہا کانت اولا احدی عشرة رکعة لکن انہم کانوا یطیلون القراءة فیه فثقل ذالک علیهم فزادوا فی عدد الرکعات وخففوا القراءة وکانوا یصلون عشرین رکعة غیر الوتر ۔ عہد فاروقیؓ میں پہلے لمبی قراءت کے ساتھ گیارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں جو طول قیام کی وجہ سے بوجھل محسوس ہونے لگیں۔ پھر قراءت مختصر کر کے رکعات بڑھا کر وتر کے علاوہ بیس کر دی گئیں۔ (تحفۃ الاخیار ص ۱۹۲) گویا امام ابن حبیبؒ کے نزدیک بھی گیارہ رکعات کا عمل عہد فاروقیؓ میں ہی متروک ہو چکا تھا۔

(۳) علامہ ابن عبد البرؒ المالکی فرماتے ہیں کہ اختار فی وقت تطویل القیام فجعلوها احدی عشرة وفی وقت عدد الرکعات فجعلوها عشرین وقد استقر العمل علی هذا یعنی پہلے طول قیام کے ساتھ گیارہ رکعات تھیں، پھر رکعات بڑھا کر بیس کر دی گئیں اور اسی پر معاملہ پختہ ہو گیا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۴۔ ہدایۃ السائل ص ۱۳۸) گویا علامہ ابن عبد البرؒ کے نزدیک بھی اگر گیارہ رکعات کا جملہ وہم راوی نہیں تو متروک العمل ضرور ہے اور بیس رکعات پختہ ہیں۔

(۴) علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ میں پہلے گیارہ رکعات تھیں پھر وتروں سمیت تیئیس رکعات ہو گئیں۔ قد عدد ما وقع فی زمان عمر کالاجماع ۔ پھر اس بیس کے عدد پر عہد فاروقیؓ میں ہی اجماع منعقد ہو گیا۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۲۲۶ ۔ اوجز المسالک ج ۲ ص ۳۹۵) گویا علامہ قسطلانیؒ کے نزدیک بھی گیارہ کا عمل عہد فاروقیؓ میں متروک اور بیس کے عمل پر اجماع ہو چکا تھا۔

(۵) علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری الحنفیؒ فرماتے ہیں وخفف فی القراءة وکثرها بازدیاد الرکعات فجعلها عشرین مکان العشرة یعنی حضرت عمرؓ نے (طویل قیام کی وجہ سے) قراءت میں تخفیف کر کے اس کی جگہ رکعات بڑھا دیں، پس وہ دس کے بجائے بیس رکعات ہو گئیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

(فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰)

چنانچہ یہی موقف امام ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکیؒ کا زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۱۵ میں، امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ کا الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۹ میں، علامہ ملا علی قاری الحنفیؒ کا مرقات ج ۳ ص ۱۹۲ میں، نواب قطب الدین دہلویؒ غیر مقلد کا مظاہر حق ج ۱ ص ۴۴۶ میں، امام محی الدین نووی الشافعیؒ کا مرقات ج ۳ ص ۱۹۴ میں، امام محمد بن عبد الباقی زرقانی الشافعیؒ کا زرقانی ج ۱ ص ۲۱۵ میں اور نواب وحید الزمان خان غیر مقلد کا ترجمہ موطا میں منقول ہے۔ جب ان تمام ائمہ کرامؒ کے نزدیک گیارہ رکعات تراویح کا عمل عہد فاروقیؓ میں ہی متروک ہو چکا تھا اور اس کی جگہ بیس رکعات کا عمل بالاجماع جاری ہو چکا تھا تو پھر اسے اپنے عمل کی بنیاد کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ **فاعتبروا یا اولی الالباب ان کنتم تعقلون.**

بعض ائمہ کرامؒ کے نزدیک عہد فاروقیؓ کا ابتدائی عمل گیارہ کی بجائے تیرہ رکعات کا تھا جسے بعد میں ترک کر کے بیس رکعات کا عمل جاری کیا گیا چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ **وکانوا یصلونها فی اول زمان عمر بثلاث عشرة رکعة ثم ان عمر بفعلها ثلاث وعشرین رکعة واستقر الامر علی ذالک فی الامصار** ۔یعنی عہد فاروقیؓ میں ابتداء تیرہ رکعات پڑھی جاتی تھیں پھر حضرت عمرؓ نے عملاً حکم جاری فرمایا اور تیئیس رکعات ہوگئیں اور تمام شہروں میں اسی پر معاملہ پختہ ہوگیا۔ (کشف الغمہ ج ۱ ص ۱۲۱)

حاصل بحث : عہد فاروقیؓ کی رکعات تراویح سے متعلق جملہ روایات کی فنی حیثیت اور ان کی روشنی میں اسلاف امت کے تحقیقی اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اس تفصیلی بحث کے بعد تین نکتہ نظر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

پہلا یہ کہ قیام رمضان میں سنت نبویؐ بیس رکعات ہیں اور عہد فاروقیؓ میں اسی کا احیا فرمایا گیا۔ اس بارے میں تیرہ اور گیارہ رکعات کی روایات وہم راوی پر مبنی ہیں۔

دوسرا یہ کہ سنت نبویؐ تیرہ رکعات ہیں اور عہد فاروقیؓ میں ابتداء اسی پر عمل جاری ہوا جو بعد میں تیرہ کے بجائے بیس رکعات کے عمل میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر اسی پر اجماع ہوگیا۔ گیارہ رکعات کی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

روایات وہم راوی پر مبنی ہیں۔

فیصلہ یہ کہ سنت نبوی گیارہ رکعات ہیں اور عہد فاروقیؓ میں ابتداء یہی عمل جاری ہوا جو بعد میں گیارہ کے بجائے بیس میں تبدیل ہو گیا اور پھر اسی پر اجماع منعقد ہو گیا۔ تیرہ رکعات کا قول شاذ ہے۔

ان تینوں نکتہ ہائے نظر کو ملاحظہ فرمائیے۔ ان تینوں سے ہمارے موقف ونظریہ کی تائید ہوتی ہے اور تان آخر کار بیس رکعات پر ہی ٹوٹتی ہے کہ اسی پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق اور امت کا اجماع ہوا اور باقی رکعات کا اگر واقعی وجود تھا تو ان پر عمل عہد فاروقیؓ سے ہی متروک ہو چکا تھا۔

عہد عثمانی اور عہد علویؓ میں قیام رمضان

یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو چکنے کے بعد کہ عہد فاروقیؓ میں بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو چکا تھا، اب ہم عہد عثمانیؓ اور عہد علویؓ کی رکعات تراویح کا جائزہ لینا چاہیں گے۔ اسی باب کے گزشتہ اوراق میں ابن ابی ذئب کے حوالہ سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ عہد فاروقیؓ اور عہد عثمانی میں لوگ طویل قیام کے ساتھ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶) اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ اس روایت کی توثیق کرنے والوں میں امام بیہقی، امام نووی، امام بغوی، علامہ عراقی، امام سیوطی، علامہ نیموی، علامہ سبکی، علامہ زیلعی، علامہ عینی، اور علامہ ملا علی قاری جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں لیکن غیر مقلدین کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ ان جید ائمہ کی توثیق شدہ روایت کو مختلف حیلوں اور بہانوں کے ساتھ مسترد کرنے کے درپے ہیں۔ جب وہ سند کے اعتبار سے اس کی ثقاہت کا انکار نہ کر سکے تو انہوں نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ عہد فاروقیؓ وعثمانی میں لوگ بیس رکعات پڑھتے تو تھے لیکن ان کا یہ عمل حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے پوشیدہ تھا اور انہیں اس کی خبر نہ تھی۔ غیر مقلدین نے ان خلفاء راشدینؓ کو عصر حاضر کے حکمرانوں پر قیاس کر لیا ہے جنہیں اپنے مفادات سے ہٹ کر کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی حالانکہ کتب احادیث کے اندر جہاں ان کے دور میں لوگوں کے بیس رکعات پڑھنے کا ذکر موجود ہے، وہاں یہ وضاحت بھی مذکور ہے کہ: ان عمر وعثمان كانا يقومان في رمضان مع الناس۔ یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رمضان میں لوگوں کے ساتھ مل کر قیام کرتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۹۴)

یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ لوگوں کے بیس رکعات تراویح کے عمل سے غافل نہ تھے بلکہ اس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اجتماعی عمل میں باقاعدہ شریک تھا۔ اور یہ ممکن بھی کیسے تھا کہ ان کے ادوار میں ایک خلاف سنت عمل مساجد کے اندر اجتماعی شکل اختیار کر گیا اور العیاذ باللہ تعالیٰ وہ اس سے بے خبر رہے؟ حالانکہ مفتی اعظم حکومت سعودیہ الشیخ ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ: **والثلاث والعشرون فعلها عمر رضی الله عنه والصحابة فليس فيها نقص وليس فيها اخلال بل هی من السنن سنن الخلفاء الراشدین** یعنی تیئیس رکعات حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ کا اپنا فعل ہے جس میں نہ نقص ہے اور نہ حرج بلکہ یہ خلفاء راشدینؓ کی سنتوں میں سے ہے۔ (مجموع فتاویٰ الشیخ ابن باز ج ا ص ۳۰۲)

(۱) حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ **وثبت باهتمام الصحابة على عشرين فی عهد عمر وعثمان وعلی فمن بعدهم** یعنی صحابہ کرامؓ کے اہتمام سے ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ، عہد عثمانیؓ، عہد علویؓ اور ان کے بعد بھی بیس رکعات تراویح کا عمل جاری رہا۔ (عمدۃ الرعایۃ ج ا ص ۱۷۵۔ التعلیق المجد ص ۱۴۰)

(۲) حضرت ابوالحسناءؒ فرماتے ہیں کہ **ان علیا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرين ركعة** یعنی حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو رمضان میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۸۴۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

اس روایت پر غیر مقلدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں ابوالحسناء مجہول ہے حالانکہ ان کا یہ اعتراض خلاف حقیقت ہے چنانچہ ان کے اس اعتراض کے جواب میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''ابوالحسناء دو ہیں۔ ایک حکیم بن عتبہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ اسی کو حافظ ابن حجرؒ نے مجہول قرار دیا ہے۔ دوسرا حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابوسعد بقال اور عمرو بن قیس روایت کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت میں یہی ابوالحسناء ہے۔''
> (رکعات تراویح ص ۷۸)

معلوم ہوا کہ ابوالحسناء دو ہیں۔ جسے حافظ ابن حجرؒ مجہول قرار دے رہے ہیں، وہ ہمارا راوی نہیں۔ اور جو ہماری روایت کا راوی ہے، وہ مجہول نہیں کیونکہ جس راوی سے دو شاگرد روایت کر رہے ہیں، وہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مجہول نہیں رہتا اور ابوالحسناء سے دو شاگرد ابوسعد بقال اور عمرو بن قیس روایت کرتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ وہی ابوالحسناء ہے جس کو حافظ ابن حجر مجہول قرار دیتے ہیں تو پھر بھی اسے مجہول قرار دینا حافظ ابن حجرؒ کا وہم ہے۔ چنانچہ ہماری پیش کردہ روایت پر اعتراض کرتے ہوئے جب شیخ البانیؒ نے ابوالحسناء کو مجہول قرار دیا تو مدرس حرم الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری نے اس کے جواب میں لکھا کہ:

''ناصر الدین البانی اور حافظ ابن حجرؒ نے ابوالحسناء کو مجہول قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو بشر الدولابی الحنفیؒ نے اپنی کتاب ''الاسماء والکنیٰ'' میں یحییٰ بن معین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابوالحسناء سے شریک نخعی اور حسن بن صالح کوفی روایت کرتے ہیں۔ والمقرر فی قواعد الحدیث ان روایۃ اثنتین عن الراوی ترفع عنہ اسم الجھالۃ۔ اور اصول حدیث کے مقررہ ضابطہ کے مطابق جس راوی سے دو شاگرد روایت کریں، اس پر سے جہالت کا الزام ختم ہو جاتا ہے اور یہ اصول امام دارقطنی نے اپنی سنن میں، حافظ ابن عبد البرؒ نے ''الاستذکار'' میں اور خطیب بغدادی نے ''کفایہ'' میں بیان کیا ہے۔'' (تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ ص ۲۹)

شیخ البانی کو یہی جواب الشیخ یحییٰ بن عبداللہ بن مانع الحمیری الشافعی (نائب المدیر للاوقاف دبئی متحدہ عرب امارات) نے اپنے رسالہ القول الصحیح فی صلوٰۃ التراویح ص ۶۱ میں دیا ہے۔ گویا جس ابو الحسناء کو حافظ ابن حجرؒ مجہول قرار دے رہے ہیں، وہ بھی مجہول نہیں کیونکہ اس سے اس کے دو شاگرد شریک نخعی اور حسن بن صالح کوفی روایت کرتے ہیں لہٰذا اس پر بھی جہالت کا الزام ختم ہو گیا۔

(۳) حضرت عبدالرحمٰن السلمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قراء کو بلایا فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ و کان علی یوتر بھم۔ ان میں سے ایک قاری کو بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علیؓ نے لوگوں کو وتر پڑھائے۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶)

اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی قائم کی ہوئی جماعت کو توڑا نہیں بلکہ اسے برقرار رکھا۔ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۲۴) ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے زمانوں میں بھی بیس رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھی اور وہ خود اس تراویح کے عمل میں شریک رہتے تھے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تعصب یا جہالت؟ لیکن غیر مقلدین کے تعصب کا یہ عالم ہے کہ وہ ان تمام روایات اور ان کی روشنی میں منقول اقوال سلف کو نظر انداز کرتے ہوئے بضد ہیں کہ خلفاء راشدینؓ کے عمل سے بیس رکعات تراویح ثابت نہیں چنانچہ مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

''جب حضرت عمرؓ نے ۸ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم کیا تو ظاہر ہے کہ خود بھی گیارہ ہی رکعات پڑھتے رہے ہوں گے اور خلفاء راشدینؓ میں سے حضرت ابوبکر و حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کا حال صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ یہ لوگ کے رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔'' (فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۲۳۶)

اور ص ۲۴۰ پر بعینہ یہی موقف مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے اختیار کیا ہے۔ ان حضرات کے اس موقف کو تعصب کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ:

''وقد بين فعل عمر ان عددها عشرون حيث انه جمع الناس اخيرا على هذا العدد في المسجد ووافقه الصحابة على ذالک ولم يوجد لهم مخالف من بعدهم من الخلفاء الراشدينؓ. بے شک حضرت عمرؓ کے عمل نے ظاہر کر دیا کہ تراویح کی تعداد بیس ہے کیونکہ انہوں نے مسجد کے اندر لوگوں کو بالآخر اسی عدد پر جمع کر دیا اور صحابہ کرامؓ نے ان کی موافقت کی اور ان کے بعد کے خلفاء راشدینؓ میں سے بھی کسی نے ان سے اختلاف نہیں کیا۔'' (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۳۴۱)

نیز گزشتہ صفحات میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ بن باز کے مجموعہ فتاویٰ کے حوالے سے یہ فتویٰ بھی گزر چکا ہے کہ بیس رکعات تراویح حضرت عمرؓ سے ثابت اور خلفاء راشدینؓ کی سنت ہے۔

حضرت علیؓ کی دعائیں حضرت عمرؓ کے لیے: حضرت عمرؓ کی طرف سے جماعت تراویح کے احیا کا عمل حضرت علیؓ کو اتنا پسند تھا کہ باوجود اس کے کہ وہ اس کے احیا کی مشاورت میں خود شریک تھے لیکن حضرت عمرؓ کو اس عمل پر دعائیں دیتے تھے۔ چنانچہ ابو اسحاق ہمدانی فرماتے ہیں کہ:

''رمضان کی پہلی شب حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ چراغ روشن تھے اور (نماز تراویح میں) قرآن پڑھا جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: نور الله لک يا ابن الخطاب في

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فبرک کما نورت مساجد الله تعالیٰ بالقرآن ۔اے عمر بن الخطاب، اللہ تیری قبر کو اسی طرح منور کرے جس طرح تو نے اللہ تعالیٰ کی مساجد کو تلاوت قرآن سے روشن کر دیا۔'' (کنز العمال ج ۲ ص ۲۸۴۔قیام اللیل ص ۱۵۶)

دوران تراویح مساجد کے اندر تین قسم کے انوار جمع تھے۔ایک ظاہری اور دو باطنی۔ظاہری نور ان قندیلوں کا تھا جو اس وقت مساجد کے اندر بکثرت جلائی جاتی تھیں جس کے بارے میں علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودیؒ فرماتے ہیں کہ مسجد کے اندر روشنی کے لیے چراغ بکثرت جلانے کا سلسلہ حضرت عمرؓ نے اس وقت شروع کیا **لما جمع الناس فی التراویح علی امام واحد** جب انہوں نے تراویح کے لیے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا۔(وفاء الوفاء ج ۲ ص ۶۷۰) دوسرا نور قیام رمضان کی جماعت کا تھا جس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ وہی ہیں جنہوں نے ماہ صیام کو نماز تراویح (کی جماعت) سے منور فرمایا۔(ازالۃ الخفاء مترجم ج ۳ ص ۱۸۴) اور تیسرا نور نماز تراویح کے اندر تلاوت قرآن کا تھا جس کی طرف اشارہ کر کے حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کو دعائیں دے رہے ہیں۔

سنت خلفاء راشدینؓ کی شرعی حیثیت: یہ معلوم ہو چکنے کے بعد کہ بیس رکعات تراویح خلفاء راشدینؓ کی سنت ہے، یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ سنت خلفاء راشدینؓ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بدقسمتی سے غیر مقلدین نے اس مسئلے میں بھی جمہور اہل سنت سے اختلاف کرتے ہوئے سنت خلفاء راشدینؓ کو حجت شرعیہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔چنانچہ مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ کے کسی عمل پر مواظبت سے بھی سنت موکدہ ثابت نہیں ہوتی۔(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۴۲۔تفصیلی حوالہ ساتویں باب میں ملاحظہ فرمائیں) اور نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ **وذهب الجمهور الى ان اجماع الخلفاء الاربعة ليس بحجة وهو الحق.** جمہور کے نزدیک خلفاء اربعہ (حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان ذی النورینؓ اور حضرت حیدر کرارؓ رضی اللہ عنہم) کا اجماع حجت نہیں اور یہی حق ہے۔(حصول المامول ص ۶۵)

حالانکہ اہل سنت کے نزدیک خلفاء راشدینؓ کی سنت اور اجماع حجت شرعیہ ہے چنانچہ علامہ محمد

Telegram : t.me/pasbanehaq1

انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہین کہ سنت خلفاء راشدینؓ بھی سنت نبویؐ کی طرح سنت ہے کما فی الاصول ان السنة سنة الخلفاء و سنته عليه السلام جیسا کہ اصول میں سنت کا اطلاق سنت نبویؐ اور سنت خلفاء راشدینؓ دونوں پر کیا گیا ہے۔ (العرف الشذی ص ۳۰۹) اور حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ فقہا اور اصولیین کے نزدیک سنت وہ ہے ما واظب عليه النبی ﷺ او الخلفاء الراشدون جس پر آنحضرت ﷺ یا خلفاء راشدینؓ نے مواظبت اختیار کی ہو۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۹)

ہمارے فقہاء کرام کا استدلال حدیث: عليكم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدينؓ المهديين (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹۔ ترمذی ج ۲ ص ۹۲۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۶۔ ابن ماجہ ص ۵) سے ہے اسی لیے کتب حدیث میں اس کی صراحت مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شرابی کو چالیس چالیس کوڑے لگائے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے۔ و كل سنة، ان میں ہر عمل سنت ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۷۲۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۱) یہی وجہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک شرابی کے لیے حد اسی کوڑے ہے۔ (فتاویٰ عالم گیری ج ۳ ص ۲۸۵۔ ہدایہ ج ۱ ص ۵۰۸)

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ، امام محمدؒ اور امام مالکؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ جب ہمارے پاس دو مختلف حدیثیں پہنچیں اور یہ خبر بھی پہنچے کہ ان میں سے ایک حدیث پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عمل کیا ہے اور دوسری ترک کی ہے تو كان فی ذالک دلالة ان الحق فی ما عملا به۔ قابل عمل وہی حدیث ہوگی جس پر ان حضرات نے عمل کیا ہے۔ (التمہید ج ۳ ص ۳۵۳) گویا حدیث رسول پر عمل کے لیے صرف صحت سند ہی کافی نہیں بلکہ تعامل خلفاء راشدینؓ بھی دیکھا جائے گا۔ چنانچہ حافظ ابن رجب الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ:

> والسنة هی الطريق المسلوكة فيشمل ذلک التمسک بما كان عليه هو والخلفاء الراشدون وهذه السنة الكاملة. سنت وہ راستہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدینؓ چلے اور یہی سنت کاملہ ہے۔ (جامع العلوم ج ۱ ص ۱۹۱)

حاصل بحث: زیر نظر باب کے ٹھوس حوالہ جات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہو چکی ہے کہ

(۱) بیس رکعات نماز تراویح حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ تینوں خلفاء راشدینؓ کی ہے۔(۲)اور خلفاء راشدینؓ کی سنت پر امت کے لیے سنت نبوی ﷺ کی طرح عمل لازم ہے۔

اس کے بعد بھی بیس رکعات تراویح کے سنت ہونے سے انکار کرنا خالص غیر مقلدیت نہیں تو کیا ہے؟

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب چہارم

تعامل خیر القرون

صحابہ کرام اور رکعات تراویح

سنت خلفاء راشدینؓ کی روشنی میں رکعات تراویح کی تفصیلی بحث کے بعد اب ہم تعامل صحابہ کرامؓ کی روشنی میں رکعات تراویح کا جائزہ لینا چاہیں گے۔ اتنی بات تو غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (ملاحظہ فرمایئے ''تحریک آزادی فکر'' ص۲۴۲۔ فتاویٰ برکاتیہ ص۸۱۔ فتاوی ثنائیہ ج اص ۶۵۳) لیکن ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا تھا۔ آیئے اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) زید بن وہب فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رمضان میں ہمارے ساتھ نماز پڑھتے۔ امام اعمشؒ فرماتے ہیں: کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث یعنی وہ تیئیس رکعات پڑھتے۔ (قیام اللیل ص ۱۵۷) (۲) حافظ ابن حجر مکی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ولکن اجتمعت الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة ۔بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا ہے۔ (المصابیح ص ۱۸۔ تحفۃ الاخیار ص ۱۹۷) (۳) علامہ ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات سنت ہے لانه قام بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر (اس لیے کہ مہاجرین وانصار صحابہؓ کی موجودگی میں پڑھی گئیں اور کسی نے ان سے انکار نہیں کیا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳ ص ۱۱۲) (۴) علامہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۳ میں (۵) علامہ عبد الحئی لکھنویؒ التعلیق الممجد ص ۱۴۰ میں (۶) علامہ قسطلانیؒ ارشاد الساری ج ۳ ص ۴۲۶ میں (۷) علامہ قاضی خانؒ فتاویٰ ج اص ۱۱۰ میں (۸) علامہ شمس الدین الحنبلیؒ شرح مقنع ج ص ۸۵۲ میں (۹) امام نووی الشافعیؒ کتاب الاذکار ص ۸۳ میں (۱۰) علامہ طحطاوی الحنفی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

طحطاوی ص ۲۳۹ میں (۱۱) علامہ شرنبلالی الحنفی مراقی الفلاح ص ۸۱ میں (۱۲) حافظ ابن ہمام الحنفی فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۳ میں (۱۳) علامہ ابن نجیم الحنفی البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶ میں (۱۴) شیخ عبد الحق محدث دہلوی ما ثبت بالسنۃ ص ۲۱۷ میں (۱۵) علامہ ابن عابدین شامی الحنفی رد المحتار ج ۱ ص ۴۹۵ میں (۱۶) علامہ کاسانی الحنفی بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۸ میں (۱۷) علامہ تاج الدین سبکی الشافعی مصابیح ص ۱۲ میں (۱۸) امام جلال الدین سیوطی مصابیح ص ۱۶ میں (۱۹) علامہ حلبی الحنفی شرح منیۃ المصلی ص ۳۸۹ میں (۲۰) اور امام ابو حامد غزالی الشافعی احیاء العلوم میں بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ (۲۱) اور امام ابن قدامہ الحنبلی حدیث ابن رومان عن عمر حضرت علی نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وھذا کالاجماع۔ یہ بمنزلہ اجماع صحابہ کے ہے۔ (مغنی ج ۱ ص ۸۰۳)

گویا مختلف فقہی مذاہب سے تعلق رکھنے والے مندرجہ بالا ائمہ بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہؓ منعقد ہونے پر متفق ہیں اور اس پر کوئی قابل ذکر انکار موجود نہیں۔

تعامل صحابہ کی شرعی حیثیت

بیس رکعات تراویح پر اجماع صحابہؓ کے تذکرہ کے بعد تعامل صحابہؓ کی شرعی حیثیت پر مختصر بحث بھی ضروری ہے کیونکہ اس مسئلے پر بھی غیر مقلدین جمہور اہل سنت سے الگ نظریہ رکھتے ہیں۔ آیئے ان کے نظریئے ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ میرا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ میں خدا اور رسول کے سوا کسی ایک ذکی اشخاص کا قول و فعل حجت شرعیہ نہیں جانتا۔ (مقام صحابہ ص ۵۶) مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں کہ امام شوکانی نے دلیل عدم حجت اقوال صحابہ بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بجز آنحضرت ﷺ کے کسی کا اتباع کسی پر لازم نہیں کیا۔ کتاب وسنت اور اجماع امت اس پر شاہد ہیں۔ (ایضاً ص ۵۷) مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ سے حجت شرعیہ قائم نہیں ہو سکتی۔ (ایضاً) نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تفسیر قرآن حجت نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۳۹) نواب نور الحسن خان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اجتہاد امت کے کسی فرد پر حجت نہیں۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

غیر مقلدین کے مذکورہ نظریات کے بالکل برعکس اہل السنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

آنحضرت ﷺ نے امت کے تہتر فرقوں کی خبر دی اور فرمایا ان میں سے ایک فرقہ ناجی ہے۔ پوچھا گیا، کون سا؟ فرمایا اہل السنّت والجماعت۔ پوچھا گیا، سنت اور جماعت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، وہ طریقہ جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ (الملل والنحل لعلامہ عبدالکریمؒ شہرستانی ج ۱ص ۱۳)

گویا اس فرمان نبوی کے مطابق نام کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت اور پہچان کے اعتبار سے **ما انا علیه و اصحابی** مدار نجات ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے نقش قدم پر چلو، بدعات سے بچو، **فقد کفیتم**۔ یہ تمہاری نجات کے لیے کافی ہے۔ (الاعتصام للشاطبیؒ ج ۱ص ۵۴) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی اقتدا ان کے عہد میں بھی کی جائے گی اور بعد میں بھی۔ (شرح مسلم ج ۱ص ۳۸۶) امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ علما جو باتیں صحابہؓ سے روایت کریں، وہ لے لو اور جو اپنی طرف سے بیان کریں، وہ چھوڑ دو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ص ۲۵۶) کیونکہ یہ اصول موجود ہے کہ **اذا تنازع الخبران عن النبی ﷺ نظر الی ما عمل به اصحابه من بعده**۔ جب آنحضرت ﷺ سے دو مختلف حدیثیں منقول ہوں تو پھر صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھو کہ ان کا عمل ان میں سے کس حدیث پر ہے۔ (وہی عمل سنت ہوگا) ابوداؤد ج ۱ص ۳۷۶) علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون المالکیؒ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ خود طعن و تشنیع سے پاک ہوئے تو ان کے اجماع پر کون مومن یہ شک کر سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ بغیر کسی دلیل شرعی کے متفق القول والعمل ہو گئے ہوں گے۔ (مقدمہ ص ۴۴۴) مولانا عبدالجبار غزنویؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جس امر کا ترک باجماع صحابہؓ بنقل صحیح ثابت ہو جائے تو بموجب قاعدہ محدثین اس کا متروک العمل ہونا دلیل نسخ ہے۔ (اثبات الالہام والبیعۃ ص ۷)

ان حوالہ جات کو بار بار ملاحظہ فرمایئے اور فریقین (اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین) کے نظریات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ چنانچہ اہل سنت کے نظریہ کی تائید میں علامہ فاخر الہ آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اہل سنت فرقہ ناجیہ ہے جنہوں نے سیرت نبوی اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ **ما انا علیه و اصحابی** ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ (رسالہ نجاتیہ ص ۴۷) مولوی عنایت اللہ اثری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ علیؓ نے فرمایا اہل سنت وہ ہیں جو سنن نبوی پر عامل ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو ان کے خلاف ہوں۔ اہل جماعت صحابہؓ ہیں اور اہل تفریق وہ ہیں جو ان سے الگ ہوں۔ امام

Telegram : t.me/pasbanehaq1

زہریؒ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں لوگ اہل سنت تھے۔ (جفان الجابیہ ص ۱۴۶)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ غیر مقلدین کا شمار اہل سنت کی مخالفت کی وجہ سے اہل بدعت میں اور تعامل صحابہ سے علیحدگی کی وجہ سے اہل تفریق میں ہوتا ہے کیونکہ جب براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرامؓ کا بھی اجماع ہے اور ان کے بعد کے تمام اہل سنت والجماعت کا بھی تو اس سے اختلاف وعلیحدگی بدعت وتفریق کے سوا کیا کہلا سکتی ہے؟

تراویح مدینہ منورہ میں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دارالخلافہ کی حیثیت سے عہد فاروقیؓ میں تراویح کو اجتماعی شکل دینے کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا۔ ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں کہ عہد خلافت راشدہ میں مدینہ منورہ کے اندر بیس رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔ اس کے بعد اس میں کیا کیا تغیر آئے؟ اور ان کے اسباب کیا تھے؟ اب ہم اس پر مختصر بحث کریں گے اور یہ بحث ہم نے چار حصوں میں تقسیم کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) مدینہ منورہ کے اندر رکعات تراویح میں تغیر کب اور کتنا آیا؟ : خلافت راشدہ موعودہ کے ختم ہونے کے تقریباً تیئیس سال بعد واقعہ حرہ کے قریب (۴۰ ہجری میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت پر خلافت راشدہ موعودہ کا دور ختم ہو گیا اور واقعہ حرہ ۶۳ ہجری میں اس وقت پیش آیا جب واقعہ کربلا کے بعد اصحاب مدینہ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے یزید کی بیعت توڑ دی تو یزیدی فوجوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے جو قتل وغارت کا بازار گرم کیا، تاریخ میں اسے واقعہ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) مدینہ منورہ میں رکعات تراویح بڑھا دی گئیں چنانچہ علامہ سلیمان الباجیؒ فرماتے ہیں کہ:

> وکان الامر علی ذالک الی یوم الحرة فثقل علیهم القیام فنقصوا من القراءة وزادوا الرکعات فجعلت ستا وثلاثین غیر الشفع والوتر یعنی واقعہ حرہ تک بیس رکعات کا دستور رہا۔ پھر لوگوں نے طول قیام کے بجائے کثرت رکعات اختیار کر کے وتروں کے علاوہ رکعات چھتیس کر دیں۔ (زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۳۹) رکعات میں یہ اضافہ واقعہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حرہ کے کتنا عرصہ بعد ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ یہ تبدیلی اس وقت آئی جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ مدینہ منورہ کے حاکم و گورنر تھے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ص ۵۴۳) اور حضرت عبد بن عبد العزیز ۸۷ ہجری سے ۹۳ ہجری تک مدینہ کے گورنر رہے۔

گویا رکعات کے اندر یہ تبدیلی عہد خلافت راشدہ کے تقریباً پچاس سال بعد آئی البتہ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن حلیمہ صحابیؓ قبل از واقعہ حرہ بھی اکتالیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۲) کیونکہ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے لیکن یہ ان کا انفرادی عمل تھا۔ ممکن ہے تراویح بیس رکعات پڑھنے کے بعد نوافل پڑھتے ہوں اور کسی نے ان کی تراویح سمیت ساری رکعات شمار کر لی ہوں اور بعد کے حضرات نے ان کی نسبت صحابیت کی وجہ سے انہی کے عمل کی بنیاد پر رکعات بڑھالی ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ چنانچہ

حضرت داؤد بن قیس فرماتے ہیں کہ ادرکت الناس فی امارۃ ابان بن عثمان وعمر بن عبد العزیز یعنی بالمدینۃ یقوم بست وثلاثین رکعۃ ویوترون بثلاث ۔ میں نے مدینہ منورہ کے اندر ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں لوگوں کو چھتیس رکعات اور تین وتر پڑھتے دیکھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۲۰۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) امام شافعیؒ فرماتے ہیں رایت الناس یقومون بالمدینۃ بتسع وثلاثین ۔ میں نے مدینہ میں لوگوں کو انتالیس رکعات (چھتیس رکعات اور تین وتر) تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۵)

رکعات تراویح کی تعداد بیس سے چھتیس تک واقعہ حرہ سے پہلے پہنچی یا بعد میں؟ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ تبدیلی عہد خلافت راشدہ کے بہت بعد عمل میں آئی۔ **عہد خلافت راشدہ میں چھتیس رکعات کا وجود نہ تھا۔**

(۲) رکعات میں اضافہ کیوں ہوا؟ : یہ تو معلوم ہو چکا کہ رکعات تراویح میں اضافہ واقعہ حرہ کے قریب ہوا اور سولہ یا بیس رکعات کا ہوا۔ اب ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ یہ اضافہ کیوں ہوا؟ اس کی وجہ کیا بنی؟ چنانچہ اس کا سبب بیان کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے تشبیھا لاھل مکۃ اہل مکہ سے مشابہت کے لیے چھتیس رکعات اختیار کر لیں کیونکہ اہل مکہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہر چار رکعات کے بعد طواف کعبہ کر لیتے تھے و لا یطوفون بعد الخامسۃ اور پانچویں ترویحہ کے بعد وہ طواف نہیں کرتے تھے۔ پس اہل مدینہ طواف کی جگہ ہر چار رکعات کے بعد چار رکعات نفل پڑھ لیتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۴۸) یعنی چار ترویحوں کے بعد چار چار رکعات پڑھانے سے سولہ رکعات زائد ہو کر چھتیس رکعات بن گئیں۔

رکعات بڑھانے کی یہی علت علامہ ابن قدامہ الحنبلیؒ نے مغنی ج ۲ ص ۱۶۷ میں، شیخ عبدالحق دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ ص ۲۱۰ میں، علامہ عبدالحئی لکھنویؒ نے فتاویٰ ص ۲۳۸ میں، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی ص ۲۳۸ میں اور علامہ ابن عبدالبرؒ وابن حبیب مالکیؒ نے زرقانی ج ۱ ص ۲۳۹ میں بیان کی ہے۔ گویا ان کی اضافی رکعات نماز تراویح کا حصہ نہ تھیں بلکہ درمیان کی نفلی عبادت میں شامل تھیں۔

مسئلہ: اہل مکہ واصحاب مدینہ کے اسی عمل کی بنیاد پر فقہاء کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ پھر ترویحہ کے بعد بیٹھنے کے وقت لوگوں کو اختیار ہے، چاہے تو تسبیح پڑھتے رہیں، چاہے تو خاموش بیٹھے رہیں۔ مکہ کے لوگ سات مرتبہ طواف کر لیتے تھے اور مدینہ کے لوگ چار رکعات بڑھا لیتے تھے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۸۵)

ضروری وضاحت: مذکورہ بحث سے یہ وضاحت بھی سامنے آجاتی ہے کہ مختلف آثار میں جو چھتیس یا چالیس رکعات کا اختلاف موجود ہے، وہ پانچویں ترویحہ کے بعد کے عمل پر موقوف ہے۔ جو حضرات پانچویں ترویحہ کے بعد چار رکعات ادا کرتے، ان کی رکعات چالیس ہو جاتیں اور جو پانچویں ترویحہ کے بعد چار رکعات ادا نہ کرتے، ان کی رکعات کی تعداد چھتیس ہوتی اور پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کے حکم شرعی کے بارے میں فقہاء کرام کے اختلاف کی مختصر بحث آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) اضافی رکعات کی مسنون حیثیت: گزشتہ اوراق میں ہم دلائل کے ساتھ باحوالہ بحث کر چکے ہیں کہ سنت نبوی، تعامل خلفاء راشدینؓ اور اجماع صحابہؓ کی روشنی میں رکعات تراویح کا عدد بیس سے متجاوز ہرگز نہ تھا۔ اس اعتبار سے بیس سے زائد رکعات کا تعلق مسنون عمل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ان کی حیثیت صرف نوافل کی ہوگی بلکہ ائمہ مجتہدین کے درمیان تو بین الترویحتین (یعنی دوترویحوں کے درمیان) نوافل پڑھنے کے بارے میں بھی اختلاف موجود ہے۔ بعض کے نزدیک وہ جائز ہیں اور بعض کے نزدیک مکروہ چنانچہ فقہ مالکی کے نامور ترجمان امام ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سوال کیا عن التنفل فی ما بین الترویحتین۔ دوترویحوں کے درمیان نفل پڑھنے کے بارے میں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ لا باس بذالک۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (اعلاء السنن ج ۷ ص ۶۸) جبکہ امام ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ و کرہ ابو عبد اللہ التطوع بین الترویحتین۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بین الترویحتین نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ (المغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۸۰۵) شمس الائمہ امام سرخسی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ قال ابو حنیفة یصلی عشرین رکعة کما هو السنة ویصلی الباقی فرادی کل تسلیمتین اربع رکعات وهذا مذهبنا وقال الشافعی لا باس باداء الکل جماعة یعنی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات باجماعت پڑھے جیسا کہ سنت ہے۔ باقی چار چار رکعات دو سلاموں کے ساتھ اکیلا پڑھے اور یہی ہمارا مذہب ہے جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ نوافل بھی باجماعت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مبسوط ج ۲ ص ۱۴۴)

گویا ان حوالہ جات کی روشنی میں تین نقطہ نظر سامنے آتے ہیں:

پہلا امام احمد بن حنبلؒ کا جن کے نزدیک بین الترویحتین نوافل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے۔

دوسرا امام مالک اور امام شافعیؒ کا جن کے نزدیک بین الترویحتین باجماعت نوافل پڑھنا بھی جائز ہے اور بلا جماعت بھی۔

تیسرا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جن کے نزدیک بین الترویحتین باجماعت نوافل مکروہ اور بلا جماعت جائز ہیں۔

ائمہ مجتہدین کے اس اختلاف سے ظاہر ہے کہ بیس رکعات سے زائد اضافی رکعات کی حیثیت صرف نوافل کی ہے اسی لیے اہل مدینہ کے چھتیس یا چالیس رکعات اختیار کرنے کے عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ:

(اہل مدینہ نے چھتیس رکعات کا عمل اختیار کیا لیکن) وما کان اصحاب رسول اللہ ﷺ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اولی واحق ان یتبع ۔صحابہ کرامؓ کا عمل ان سے فائق ہے اور وہ اتباع کے زیادہ حق دار ہیں ۔(المغنی ج ۱ص ۱۶۷)

اور واقعی حقیقت یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ فرمان نبوی کے مطابق نجوم ہدایت اور معیار حق وصداقت ہونے کی بنا پر اتباع و پیروی کے اولین حق دار ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے۔

(ج) مدینہ منورہ میں تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ :

یہ حقیقت واضح ہو چکنے کے بعد کہ اہل مدینہ کا عمل چھتیس رکعات کا تھا اور ان کی بیس سے زائد اضافی رکعات کی حیثیت سنت کی نہ تھی بلکہ صرف نوافل کی تھی ۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مدینہ منورہ میں رکعات تراویح کا عمل ہمیشہ چھتیس کا رہا یا اس میں کوئی تغیر وتبدل رونما ہوتا رہا؟ چنانچہ مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی الشیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی کے اندر نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر ''التراویح اکثر من الف عام'' کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے۔اس میں وہ فرماتے ہیں کہ :

> ''عہد خلافت راشدہ میں مسجد نبوی کے اندر بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھیں جو بعد میں بڑھا کر چھتیس رکعات کر دی گئیں اور تیسری صدی ہجری کے آخر تک وہاں چھتیس رکعات کا عمل جاری رہا۔ پھر چوتھی صدی ہجری کے آغاز سے لے کر آٹھویں صدی کے وسط تک مسجد نبوی میں بیس رکعات تراویح پر عمل جاری رہا اور آٹھویں صدی کے وسط سے لے کر چودھویں صدی کے وسط تک رات کے اول حصے میں بیس رکعات پڑھی جاتیں اور آخری حصے میں سولہ رکعات پڑھی جاتیں ۔ پھر جب چودھویں صدی کے وسط میں حکومت سعودیہ کا قیام عمل میں آیا تو مسجد نبوی کے اندر پھر بیس رکعات پر اکتفا کر لیا گیا۔اب پہلی دس رکعتیں پانچ سلاموں کے ساتھ شیخ عبد العزیز پڑھاتے ہیں اور آخری دس رکعات پانچ سلاموں کے ساتھ شیخ عبدالمجید پڑھاتے ہیں ۔
>
> **فیکون العشرون رکعة کاملة** (ملخصاً)

اور الشیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع الحمیری الشافعی (نائب مدیر الاوقاف دبئ متحدہ عرب امارات) فرماتے ہیں کہ جب حافظ زین الدین عراقی الشافعیؒ (المتوفی ۸۰۶) مسجد نبوی کے امام تھے تو انہوں نے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خلفاء راشدینؓ کی سنت کا احیا فرمایا۔ **فکان یصلی التراویح اول اللیل بعشرین رکعة علی المعتاد ثم یقوم آخر اللیل فی المسجد بست عشرة رکعة واستمر ذالک عمل اهل المدینة بعده فهم علیه الی الان** یعنی وہ اول شب ہمیشہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے اور آخر شب مسجد کے اندر سولہ رکعات نوافل پڑھاتے اور اس کے بعد آج تک یہی عمل جاری ہے۔ (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص ۱۸)

الشیخ عطیہ سالم اور الشیخ حمیری کے مذکورہ فرامین سے تین باتیں بخوبی واضح ہو جاتی ہیں۔

پہلی یہ کہ عہد خلافت راشدہ میں تراویح کی رکعات بیس ہی تھیں اور یہی خلفاء راشدینؓ کی سنت ہے۔ دوسری یہ کہ اہل مدینہ نے عہد خلافت راشدہ کے بعد چھتیس رکعات کا جو عمل جاری کیا، وہ تیسری صدی ہجری کے آخر یا آٹھویں صدی کے وسط تک جاری رہا لیکن اس کے بعد پھر سے سنت خلفاء راشدینؓ کے مطابق بیس رکعات تراویح کا احیاء ہوا۔ البتہ اہل مدینہ تراویح کے درمیان جو سولہ رکعات نفل زائد پڑھتے تھے، وہ تراویح سے کاٹ کر سحری کے وقت میں منتقل کر دیے گئے اور ان کی جماعت سحری کے وقت ہونے لگی اور یہ عمل چودھویں صدی کے وسط تک جاری رہا۔ تیسری یہ کہ چودھویں صدی کے وسط میں حکومت سعودیہ کے قیام کے بعد سحری کے وقت پڑھی جانے والی سولہ رکعات کا باجماعت سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا اور تراویح بیس رکعات ہی پڑھی جاتی رہیں۔ یاد رہے کہ حکومت سعودیہ کا قیام ۱۳۴۶ھ۔ ۱۹۲۶ء میں اس وقت عمل میں آیا جب سلطان عبدالعزیز بن سعودؒ نے مملکت حجاز کی عنان اقتدار سنبھالی۔ گویا عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مسجد نبوی کے اندر نماز تراویح کی رکعات بیس یا چھتیس ہی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الشیخ عطیہ سالم آٹھ رکعات تراویح کے قائلین کو چیلنج کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ

''کیا اس چودہ سو سالہ مدت کے اندر مسجد نبوی میں کبھی بھی آٹھ رکعات یا بیس رکعات سے کم تراویح کا پڑھا جانا ثابت ہے؟ (ص ۱۰۸)

یہ حقائق اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ مسجد نبوی کے اندر آٹھ رکعات تراویح عہد خلافت راشدہ سے لے کر آج تک کبھی بھی نہیں پڑھی گئی لہٰذا مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کی نسبت استعمال کر کے امام جد

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نبوی کے نام سے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے والے آٹھ رکعات کے قائلین کو اپنے طرزِ عمل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔

تراویح مکہ مکرمہ میں

مدینہ منورہ کے بعد اب ہمیں اسلام کے سب سے بڑے مرکز مکہ مکرمہ کی رکعات تراویح کا جائزہ لینا ہے۔ ناقابلِ تردید تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ عہد فاروقیؓ سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ اور مسجد حرام کے اندر صرف بیس رکعات تراویح ہی پڑھی گئی ہیں۔ کبھی بھی ان میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وبمکة بثلاث وعشرین یعنی مکہ مکرمہ کے لوگ تیئیس رکعات تراویح پڑھتے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۱۔ فتح الباری ج ۴ ص ۲۲۵) امام شافعیؒ فرماتے ہیں: رایت الناس یقومون بمکة بثلاث وعشرین۔ میں نے مکہ مکرمہ کے اندر لوگوں کو تیئیس رکعات تراویح ہی پڑھتے دیکھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰۔ کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۵) مشہور تابعی حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثة وعشرین رکعة۔ میں نے مکہ مکرمہ کے اندر لوگوں کو دیکھا کہ وہ تیئیس رکعات تراویح ہی پڑھتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۸) حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ نے ۱۱۵ ہجری میں وفات پائی۔ گویا ۱۱۵ ہجری تک بھی مکہ مکرمہ کے اندر نماز تراویح بیس رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔ دوسرے مشہور تابعی حضرت ابن ابی ملیکہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے اندر بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) اور حضرت ابن ابی ملیکہؒ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اور ۱۱۷ ہجری میں وفات پائی۔

ان حوالہ جات سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ عہد خیر القرون میں مکہ مکرمہ کے اندر بھی بیس رکعات تراویح ہی رائج تھی اسی لیے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی طرف سے کلیة الشریعة والدراسات الاسلامیه مکہ مکرمہ کے استاد الشیخ محمد علی صابونیؒ کا ایک رسالہ ''الھدی النبوی الصحیح فی صلوٰة التراویح'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے جس میں الشیخ صابونی نے عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مکہ مکرمہ اور مسجد حرام کے اندر ہمیشہ بیس رکعات تراویح پڑھے جانے کا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ثبوت دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

فکم تودی فیهما صلوة التراویح من عهد الصحابة الی زماننا هذا؟ الست تودی فیهما الصلوة عشرین رکعة؟ عہد صحابہؓ سے لے کر آج تک تم حرمین شریفین میں کتنی رکعات تراویح ادا کرتے ہو؟ کیا تم وہاں بیس رکعات نہیں پڑھتے؟ (ص ۵۶)

غور فرمائیے کہ ایک طرف قاضی مدینہ ومدرس مسجد نبوی الشیخ عطیہ سالم کی للکار ہے اور دوسری طرف استاد کلیۃ الشریعۃ مکہ مکرمہ الشیخ محمد علی صابونی کا چیلنج ہے کہ ہے کوئی غیر مقلد جو مسجد نبوی اور مسجد حرام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں کسی بھی وقت وہاں آٹھ رکعات تراویح کا عملی ثبوت فراہم کر سکے؟ لیکن آج تک کوئی غیر مقلد اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک دے سکتا ہے۔

تعامل تابعینؒ وتبع تابعینؒ

سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہ، اور تاریخ حرمین شریفین کے حوالے سے بیس رکعات تراویح کے ٹھوس ثبوت فراہم کرنے کے بعد اب ہم تابعین وتبع تابعین کے عمل کے حوالے سے بھی رکعات تراویح کا جائزہ لینا چاہیں گے۔

(۱) مشہور تابعی حضرت سعید بن الجبیرؒ رمضان المبارک میں (نماز تراویح کی) امامت فرماتے تو ایک رات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں اور ایک رات حضرت عثمان غنیؓ کی قراءت میں تلاوت کرتے۔ **فکان یصلی خمس ترویحات**۔ وہ پانچ ترویحے پڑھاتے۔ **فاذا کان العشر الاواخر صلی ست ترویحات**۔ اور آخری عشرے میں چھ ترویحے پڑھاتے۔ (عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۸) یعنی حضرت سعید بن جبیرؒ تراویح تو پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعات) ہی پڑھاتے البتہ آخری عشرے میں **یجتهد فی العشر الاواخر ما لا یجتهد فی غیره** کی سنت نبوی پر عمل کرنے کے لیے ایک ترویحہ (یعنی چار رکعات) کا اضافہ کر لیتے۔ حضرت سعید بن الجبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے علم حاصل کیا۔ ۹۵ ہجری میں ان کو حجاج بن یوسف نے کوفہ کے اندر انتہائی ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا۔ گویا ۹۵ ہجری تک کوفہ کے اندر بھی بیس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔

(۲) یونس بن عبید (جو حسن بصریؒ وابن سیرینؒ کے شاگرد اور سفیان ثوریؒ وشعبہؒ کے استاد ہیں اور ۱۳۹ میں وفات پائی) فرماتے ہیں کہ ابن اشعث کے فتنہ سے قبل بصرہ کی جامع مسجد میں، میں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؒ، سعید بن ابی الحسنؒ اور عمران العبدیؒ کو دیکھا: **کانوا یصلون خمس تراویح فاذا دخل العشر الاواخر زادوا واحدة**۔ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے پڑھاتے اور آخری عشرے میں ایک ترویحہ (چار رکعت) کا اضافہ کر لیتے۔ (قیام اللیل ص ۱۵۸) گویا ان حضرات کے نزدیک بھی تراویح بیس رکعات تھیں البتہ آخری عشرے میں عمل نبوی کے ساتھ تشبیہ ومناسبت کے لیے ایک ترویحہ بڑھا لیتے۔ یاد رہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؒ، حضرت سعید بن ابی الحسنؒ، اور عمران العبدیؒ تینوں حضرت علی المرتضیٰ کے شاگرد تھے۔ (ملاحظہ فرمایئے تہذیب التہذیب) اور روایت میں جس فتنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ عبدالرحمٰن بن الاشعث کا فتنہ ہے جو ۸۱ ہجری میں بصرہ کے اندر برپا ہوا۔ گویا ۸۱ ہجری تک بصرہ میں بھی بیس رکعات کا ہی رواج تھا۔

(۳) حضرت شتیر بن شکل رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے **بعشرین رکعة ویوتر بثلاث**۔ بیس رکعت اور تین وتر کے ساتھ۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۹۶۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۸) یہ بھی حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور کوفہ میں قیام پذیر تھے۔

(۴) حارث بن الاعور الہمدانی رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھاتے **بعشرین رکعة ویوتر بثلاث** بیس رکعت اور تین وتر۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳) حارث ہمدانی، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے۔ ۶۵ ہجری میں کوفہ کے اندر وفات پائی۔

(۵) حضرت عبداللہ بن المبارکؒ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹) عبد اللہ بن مبارکؒ مشہور تابعی ہیں اور علماء خراسان میں سے تھے۔ ۱۸۱ ہجری میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۶۵۷) گویا سرزمین خراسان میں بھی بیس رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔

(۶) حضرت امام سفیان ثوریؒ بھی بیس رکعات کے قائل تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۹۹) مشہور تابعی اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۶۱ ہجری میں بصرہ کے اندر وفات پائی۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

(۷) سعید بن فیروز ابوالبختری کان یصلی خمس ترویحات ویوتر بثلاث۔ پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ (تقریب ص ۱۲۵)

(۸) علی بن ربیعہ تراویح پڑھاتے خمس ترویحات ویوتر بثلاث۔ پانچ ترویحے اور تین وتر (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) واسنادہ صحیح (آثار السنن ص ۴۷۵) یہ بھی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

(۹) سوید بن غفلۃ تراویح پڑھاتے خمس ترویحات عشرین رکعۃ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶) اسنادہ حسن (آثار السنن ص ۴۷۴) سوید بن غفلہ عہد نبوی میں اسلام قبول کر چکے تھے لیکن صحبت نبوت سے محروم رہے۔ جس دن آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کی تدفین ہو رہی تھی، اس دن وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ (۸۰، ۸۱ یا ۸۲ میں وفات پائی)

(۱۰) حضرت شبرمہ بن شکل نے تراویح پڑھائی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔ پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۲۔ التعلیق الممجد ص ۱۴۰) یہ بھی اصحاب حضرت علیؓ میں سے تھے۔ تلک عشرۃ کاملۃ

انہی روایات کی روشنی میں علامہ بدرالدین الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ:

''تابعین میں سے شتیر بن شکل، ابن ابی ملیکہ، حارث ہمدانی، عطاء بن ابی رباح، ابوالبختری، سعید بن ابی الحسن بصری، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، اور عمرا عبدی وغیرہ بیس رکعات کے قائل تھے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح۔ یہی مسلک جمہور علما کا ہے، اصحاب کوفہ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہم)، امام شافعی اور اکثر فقہا کا اور یہی صحیح ہے۔'' (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۷)

گویا خیر القرون میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سمیت تمام بلاد اسلامیہ میں بیس رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں اگرچہ حضرت امام مالکؒ، اسود بن یزیدؒ، زرارہ بن ابی اوفیٰؒ اور اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حضرات بطور نوافل اس میں زیادتی کے بھی قائل تھے اور اس زیادتی پر عمل پیرا بھی تھے لیکن بیس رکعات سے کم کا تصور سوائے محمد بن اسحاق (جو تیرہ رکعات کے قائل تھے) اور امام ابوبکر بن العربیؒ کے (جن کے گیارہ رکعات پڑھنے کا ذکر آتا ہے) کہیں بھی نہیں ملتا۔ اگر بالفرض بیس رکعات کی روایات (حدیث ابن عباسؓ وغیرہ) ضعیف بھی ہوں تو بھی تعامل خیر القرون کی وجہ سے ان کا ضعف ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا بھی یہ فتویٰ موجود ہے کہ

''علاوہ ازیں ضعیف حدیث جب قرون مشہود لہا بالخیر میں معمول بہ ہو تو وہ امت کے ہاں مقبول ہے۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ج۶ ص۴۷)

اب یہ فیصلہ کرنا تو غیر مقلدین کا کام ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی امت ہیں یا نہیں؟ اگر امت ہیں تو پھر انہیں تعامل خیر القرون کی بنا پر بیس رکعات کی روایات کو قبول کرنا پڑے گا اور اگر وہ انہیں قبول نہیں کرتے تو......

ان کو غرور حسن ہے مجھ کو سرور عشق
وہ بھی نشے میں چور ہیں میں بھی پیے ہوئے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب پنجم

رکعات تراویح اور اجماع امت

سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہؓ اور تعامل خیر القرون پر مدلل بحث کے بعد اب ہم آتے ہیں اجماع امت کی طرف۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ بیس رکعات نماز تراویح کو تلقی بالقبول اور اجماع امت حاصل ہے۔ ہم اپنی اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے: (۱) بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے۔ (۲) اجماع امت شرعی حجت ہے۔

(۱) بیس رکعات تراویح پر اجماع امت ہے: سب سے پہلے اجماع امت کی تعریف جاننا ضروری ہے چنانچہ الشیخ احمد امیٹھوی المعروف ملا جیونؒ فرماتے ہیں کہ:

''لغت میں اجماع کہتے ہیں کسی چیز پر متفق ہو جانا۔ **وفی الشریعة اتفاق مجتهدین صالحین من امة محمد ﷺ فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی**۔ شریعت میں اجماع کہتے ہیں کہ ایک زمانہ کے صالحین مجتہدین کا کسی ایک امر قولی یا فعلی پر متفق ہو جانا۔ (نور الانوار ص ۲۲۳)

یعنی اجماع سے بے علم و بے شعور اور تقویٰ و فکر صالح سے محروم افراد کا ہڑبونگ مراد نہیں بلکہ صالحین فقہا کا اتفاق مراد ہے۔ ہم گزشتہ باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ عہد خلافت راشدہ میں بیس رکعات نماز تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا تھا جس کا اعتراف جمہور ائمہ اہل سنت فرما چکے ہیں اور طبقات امت میں سے قبول و اتباع کے حوالے سے سب سے برتر و افضل اجماع صحابہؓ ہے جیسا کہ یہ اصول موجود ہے کہ:

فالاقوی اجماع الصحابة نصا پس سب سے قوی و مضبوط اجماع، صحابہ کرامؓ کا ناطق اور صریح اجماع ہے۔ (نور الانوار ص ۲۲۶)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

چونکہ اہل سنت والجماعت کے جملہ مکاتب فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اجماع صحابہؓ کو واجب الاتباع تسلیم کرتے ہیں اس لیے ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اجماع صحابہؓ کی روشنی میں بیس رکعات نماز تراویح پر اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کا بھی اجماع ہے۔ آیئے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

فقہ حنفی اور رکعات تراویح: سب سے پہلے ہم فقہ حنفی کے حوالہ سے بحث کریں گے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اوران کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں:

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: **یصلی عشرین رکعة** ۔ بیس رکعت تراویح پڑھنی چاہیے جیسا کہ سنت ہے۔ (المبسوط سرخسی ج ۲ ص ۱۴۴) (۲) علامہ قاضی خان فرماتے ہیں: **مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی عشرون رکعة** ۔ ہمارے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیس رکعات ہیں پانچ ترویحوں کے ساتھ۔ (فتاویٰ ج ۱ ص ۱۱۲) (۳) علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح سنت موکدہ ہیں **وھی عشرون رکعة وھو قول الجمھور وعلیه عمل الناس شرقا وغربا** ۔ وہ بیس رکعات ہیں اور یہی قول جمہور ہے اور مشرق ومغرب میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۶۰) (۴) علامہ محمد بن محمد حلبیؒ فرماتے ہیں: **ان التراویح عندنا عشرون رکعة وھو مذھب الجمھور.** ہمارے نزدیک بیس رکعات ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ (کبیری ص ۳۸۸) (۵) علامہ حسن الوفائی شرنبلالیؒ فرماتے ہیں: **التراویح سنة وھی عشرون رکعة بعشر تسلیمات.** تراویح کی بیس رکعات دس سلاموں کے ساتھ سنت ہیں۔ (نور الایضاح ص ۲۷) (۶) امام سرخسیؒ فرماتے ہیں: **فانھا عشرون رکعة سوی الوتر عندنا** (المبسوط ج ۲ ص ۱۴۴) (۷) علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں: **التراویح عشرون رکعة وعلیه عمل الناس شرقا وغربا** (البحر الرائق ج ۲ ص ۶۶) (۸) علامہ ابوالبرکات نسفیؒ فرماتے ہیں: **التراویح عشرون رکعة بعشر تسلیمات** (کنز الدقائق ج ۱ ص ۴۰) (۹) علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی فرماتے ہیں کہ **واما قدرھا فعشرون رکعة وھذا قول عامة العلماء** ۔ تراویح کی مقدار جمہور علماء کے نزدیک بیس رکعات ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۸) (۱۰) علامہ برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں **فیصلی بھم امامھم خمس ترویحات** ۔ پس لوگوں کا امام ان کو پانچ ترویحے پڑھائے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۰) (۱۱)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: ثبت العشرون من زمن عمرؓ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۳)
(۱۲) علامہ علاؤالدین حصفکی دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ وھی عشرون رکعة (درمختار ج ۱ ص ۶۶۰)
(۱۳) علامہ بدرالدین العینیؒ فرماتے ہیں کہ انھا عدد عشرون رکعة وبه قال الشافعي واحمد ونقله القاضي عن جمهور العلماء ۔ تراویح بیس رکعات ہیں یہی امام شافعی وامام احمد کا مسلک ہے اور قاضی عیاض اندلسیؒ نے جمہور علما کے حوالے سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ص) (۱۴) حضرت مجدد الف ثانیؒ سفر وحضر میں نماز تراویح بیس رکعات ادا کرتے ہیں۔ (جواہر مجددیہ ص ۶۳۔ حضرت مجدد الف ثانی از سید زوار حسین شاہ ص ۲۵۴) (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۰۵) مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالبرکات احمد فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ بارہویں صدی کے مجدد ہیں۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۶) (۱۶) شیخ احمد بن محمد بغدادیؒ فرماتے ہیں: فیصلی بهم امامهم خمس ترویحات (المختصر للقدوری ص) (۱۷) علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں: التراویح وھی عشرون رکعة (حاشیہ نورالایضاح ۲۷۰) (۱۸) علامہ عبد الحئی لکھنویؒ فرماتے ہیں: التراويح عشرين رکعة (التعلیق المجد ص ۱۴۰) ثبت اهتمام الصحابة على عشرين في عهد عمر وعثمان وعلى فمن بعدهم (عمدۃ الرعایہ ص ۲۰۷) فعلى هذا التعريف يكون السنة المو كدة هو عشرون ركعة لثبوت مواظبة الخلفاء عليها وان لم يثبت مواظبة الرسول ﷺ عليها فمودى ثمان ركعات يكون تاركا للسنة الموكدة ۔ پس اس تعریف کے اعتبار سے (کہ جس عمل پر خلفاء راشدینؓ کی مواظبت ثابت ہو، وہ بھی سنت مؤکدہ ہے) بیس رکعات تراویح خلفاء ثلاثہ کی مواظبت کی وجہ سے سنت مؤکدہ ہے اگر چہ اس پر آنحضرت ﷺ کی مواظبت ثابت نہیں لیکن آٹھ رکعات پڑھنے والا تارک سنت مؤکدہ ہے۔ (حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۱) (۱۹) صاحب شرح وقایہ فرماتے ہیں کہ: سن التراويح عشرون ركعة بعد العشاء (شرح الوقایہ ص ۲۰۷) (۱۹) قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح با جماعت سنت ہیں۔ (مالا بد منہ ص ۵۶) (۲۱) شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر بھی ضروریات دین سے ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ (فتاوی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عزیزی ص ۴۵۲) (۲۲) مولانا احمد علی سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ احناف، شوافع اور حنابلہ بیس رکعات تراویح پر متفق ہیں۔ (حاشیہ بخاری ج ا ص ۱۰۱) (۲۳) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد تراویح کی بیس رکعات ہی مشہور ہیں۔ (ما ثبت بالسنۃ ص ۲۱۰) (۲۴) علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: اجمع الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة۔ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴) (۲۵) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرام، جمہور تابعین اور فقہا کا عمل ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۳۶۵) جو لوگ آٹھ رکعات تراویح پڑھتے ہیں، وہ تارک فضیلت سنت ہیں۔ (ایضا ص ۳۷۷) (۲۶) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ باقی رہی تراویح، اس میں جو آج کل کے ملانوں نے تخفیف نکال دی ہے یعنی بیس کی آٹھ کر دی ہیں تو ہر ایک کو بوجہ آسانی یہ بات پسند آتی ہے پر یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ آٹھ رکعتیں جو حدیث میں آئی ہیں، وہ تہجد کی رکعتیں ہیں۔ تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز۔ تراویح کی بیس ہی رکعتیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہزار ہا صحابہؓ تھے۔ اس زمانے سے لے کر آج تک کسی نے بیس رکعت پر کچھ حجت نہ کی تھی مگر آج کل ایسے ان پڑھ امی عالم پیدا ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کی بھی غلطی نکالی۔ سبحان اللہ یہ منہ اور مسور کی دال۔ (تصفیۃ العقائد ص ۴۵) (۲۷) علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ولم يقل احد من الائمة الاربعة باقل من عشرين ركعة فى التراويح واليه ذهب جمهور الصحابة۔ ائمہ اربعہ میں سے بیس سے کم کا کوئی بھی قائل نہیں اور یہی جمہور صحابہؓ کا عمل ہے۔ (العرف الشذی ص ۳۰۸) علما نے حضرت عمر سے بیس رکعات تراویح کے ثبوت پر اتفاق کیا ہے۔ پس جو آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور انہیں بدعتی کہتا ہے، وہ اپنا انجام سوچ لے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲۰) (۲۸) مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں تراویح کی بیس ہی رکعت مسنون ہیں۔ تعلیم الاسلام ص ۱۴۹) (۲۹) فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ تراویح میں پانچ ترویحے ہیں اور ہر ترویحہ میں چار رکعات ہیں دو سلاموں کے ساتھ۔ (ج ا ص ۱۸۴) فتاویٰ عالمگیری وقت کے پانچ سو جید علما کا مرتب کردہ ہے۔

ہر دور کے جید علمائے احناف کے حوالہ جات آپ ملاحظہ فرما چکے۔ ان سے اندازہ کر لیجیے کہ بیس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رکعات تراویح کے بارے میں علمائے احناف کا نظریہ متواتر، اجماعی اور غیر متزلزل ہے اور وہ ہر دور میں اسی کے قائل و عامل رہے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ

فقہ مالکی اور رکعات تراویح: گزشتہ باب میں گزر چکا ہے کہ اصحاب مدینہ نے واقعہ حرہ کے بعد سولہ رکعات نوافل (جو بین الترویحتین پڑھے جاتے تھے) کو بھی تراویح کے ساتھ شامل کر دیا تھا۔ چونکہ وہ ان نوافل کو تراویح کی طرح باجماعت ادا کرتے تھے اس لیے دیکھنے والوں کو ان کی رکعات چھتیس محسوس ہونے لگیں اور امام مالکؒ کے نزدیک چونکہ اہل مدینہ کا عمل بھی حجت ہے اس لیے انہوں نے بھی اپنے فقہی اصول کے مطابق وہی عمل اختیار کر لیا چنانچہ:

امام ابن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی حدیث اہل مدینہ میں مشہور ہو جاتی ہے تو وہ سند کی تنقیح سے مستغنی ہو جاتی ہے۔ (شرح ترمذی بحوالہ اختلاف الائمہ ص ۸۲) علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ انتہائے محبت یہ ہے کہ جمہور اسلام کے خلاف امام مالک مکہ معظمہ پر مدینہ منورہ کو برتری دیتے ہیں۔ (حیات مالک ص ۸۷) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ ''امام مالک ۹۳ ہجری کے قریب پیدا ہوئے۔ ۱۷۸ کے قریب انتقال فرمایا۔ عام طور پر کبار صحابہؓ ۳۰ھ سے پہلے ہی دینی خدمات کے سلسلے میں عراق، شام، فارس وغیرہ مفتوحہ ممالک کی طرف تشریف لے جا چکے تھے۔ دار الخلافہ ہونے کی وجہ سے مدینہ میں علوج کی کثرت ہو گئی تھی جو دنیوی مقاصد کے لیے مدینہ کو تقریباً اپنا مسکن بنا چکے تھے۔ شہادت عثمان اور بعد کے واقعات و حوادث کا ایک سبب اہل الرائے اور کبار صحابہؓ کی عدم موجودگی بھی تھی۔ ان حالات میں اہل مدینہ کے عمل کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ قرین قیاس تو یہ ہے کہ اس وقت کے عمل کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔'' (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ص ۳۵) اہل مدینہ بعض اہم سنتوں کو ترک کر چکے تھے۔ (ایضاً ص ۳۶)

مولانا سلفی مرحوم کے نزدیک بھی امام مالک کا اہل مدینہ کے عمل کو دلیل بنانا درست نہیں اور ویسے بھی عہد صحابہ کے بعد اہل مدینہ کے عمل کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا بالخصوص ان مسائل میں جن پر قرآن و سنت، سنت نبویؐ اور تعامل صحابہؓ سے دلیل موجود ہے اسی لیے امام حافظ ابن القیم الحنبلیؒ فرماتے ہیں:

وعمل اهل المدينة الذى يحتج به ما كان فى زمن الخلفاء الراشدينؓ واما

Telegram : t.me/pasbanehaq1

عملهم بعد موتهم وبعد انقراض عصر مس بها من الصحابة فلا فرق بينهم وبین عمل غیرهم

یعنی اہل مدینہ کا عمل صرف خلفاء راشدینؓ کے زمانے میں حجت ہے۔ خلفاء راشدینؓ کی وفات اور صحابہ کرامؓ کا دور گزر جانے کے بعد اہل مدینہ کے عمل اور بعد کے لوگوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔ (زاد المعاد ج ا ص ۶۸)

بہر حال امام مالکؒ نے اپنے قاعدہ اور اصول کے مطابق اہل مدینہ کا چھتیس رکعت کا عمل اپنا لیا حالانکہ یہ عمل خلفاء راشدینؓ سے ہرگز ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے کہ وحکی عنه التراویح ست وثلاثون رکعة۔ امام مالکؒ سے چھتیس رکعات تراویح بیان کی گئی ہیں۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ج ا ص ۵۶۔ عینی شرح بخاری ج ۴ ص ۱۲۶۔ مبسوط سرخسی ج ۲ ص ۱۴۴۔ شرح السنۃ للبغوی ج ۲ ص ۱۲۲۔ مغنی ابن قدامہ ج ا ص ۸۰۳ وغیرہم)

لیکن علامہ ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ واختار مالک فی احد قولیه وابو حنیفة والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعة سوی الوتر وذکر ابن القاسم عن مالک انه کان یستحسن ستا وثلاثین رکعة والوتر ثلاث

پس امام مالکؒ نے ایک قول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤد ظاہری کی طرح بغیر وتروں کے بیس رکعات اختیار کیں جبکہ ابن القاسم کا بیان ہے کہ امام مالکؒ چھتیس رکعات اور وتر پسند کرتے تھے۔ (بدایۃ المجتہد ج ا ص ۲۱۴) شیخ ابن القاسم فقہ مالکی کے ممتاز ترجمان ہیں اور مذہب مالکی میں پہلی تصنیف المدونۃ الکبریٰ انہی کی ہے۔ ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔

علامہ ابن رشدؒ کی مذکورہ تحقیق کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام داؤد ظاہریؒ کا بیس رکعات تراویح پر اتفاق ہے البتہ امام مالک کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک بیس کا اور دوسرا چھتیس کا۔ علامہ ابن رشدؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی عمل امام مالکؒ کا اہل مدینہ کی اتباع میں چھتیس رکعت کا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اسے ترک کر کے بیس رکعات کا عمل اپنا لیا۔ اور یہ بات اس لیے بھی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اکثر علماء مالکیہ بیس رکعات تراویح پر ہی عمل پیرا ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر فقہا اور جمہور علما کے نزدیک تراویح بیس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رکعات مسنون ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۷)اور علامہ ابن عبدالبر کے بیس رکعات تراویح کے قائل ہونے کا اعتراف مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے تحفۃ الاحوذی ج ۲ص ۷۴ پر اور نواب صدیق حسن خانؒ نے ہدایۃ السائل ص ۱۳۸ میں بھی کیا ہے۔علامہ زرقانی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ میں پہلے گیارہ رکعت پڑھی گئیں پھر بیس پر عمل پختہ ہوگیا۔(زرقانی شرح موطا ج ۱ص ۲۱۵)اور علامہ ابن رشد المالکیؒ کا حوالہ گزر چکا ہے۔علماء مالکیہ کے انہی اقوال کی روشنی میں علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ **المالكية قالوا عدد التراويح عشرون ركعة سوى الشفع والوتر** ۔علماء مالکیہ کا قول یہی ہے کہ تراویح وتر اور شفع کے بغیر بیس رکعات ہیں۔(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ص ۳۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے بھی بالآخر بیس رکعات کا عمل اختیار کرلیا تھا اور ان کے مقلدین کا عمل بھی بیس رکعات کا ہی تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: غیر مقلدین عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ بدرالدین العینیؒ نے عمدۃ القاری ج ۱۱ص ۱۲۷ میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے اپنے لیے آٹھ رکعات تراویح کا عمل اختیار کیا حالانکہ علامہ عینیؒ کو ضرور اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ امام مالکؒ کے اپنے مقلدین میں سے کوئی بھی امام مالکؒ سے آٹھ رکعات کا عمل نقل نہیں کرتا اور نہ فقہ مالکیہ کی کسی مستند کتاب میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔اس کے برعکس علماء مالکیہ امام مالکؒ سے چھتیس رکعات کا عمل نقل کرتے ہیں لیکن بعد میں اسے ترک کر کے بیس رکعات اختیار کرنے کا عمل نقل کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مالکؒ کی طرف منسوب آٹھ رکعات کا قول درست نہیں۔

فقہ شافعی اور رکعات تراویح: گزشتہ اوراق میں کئی حوالوں سے گزر چکا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی رکعات تراویح بیس ہیں اور ان کے مقلدین کا بھی بیس رکعات پر اتفاق ہے چنانچہ

(۱)امام محمد بن ادریس الشافعیؒ فرماتے ہیں **احب الی عشرون لانه روی عن عمر وكذالك يقومون بمكة** ۔مجھے بیس رکعات تراویح محبوب ہیں کیونکہ وہ حضرت عمرؓ سے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مروی ہیں اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ (کتاب الام ج اص ۱۲۵۔ قیام اللیل ص ۱۵۰۔ المختصر للمزنی ص ۲۱) (۲) امام محی الدین نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں: اعلم ان صلوة التراويح سنة بالاتفاق وهی عشرون ركعة۔ بیس رکعات تراویح باتفاق علما سنت ہیں۔ (کتاب الاذکار ص ۸۳) مذهبنا انها عشرون ركعة۔ ہمارا مذہب بیس رکعات کا ہی ہے۔ (المہذب ج ۲ ص ۳۲) (۳) امام ابوحامد غزالی الشافعیؒ فرماتے ہیں: التراويح وهی عشرون ركعة وهی سنة موكدة۔ تراویح بیس رکعات سنت موکدہ ہیں۔ (احیاء العلوم ص ج ۱۸۰۱) (۴) امام عبدالرحمٰن دمشقی الشافعیؒ فرماتے ہیں: التراويح عشرون ركعة (رحمۃ الامۃ ص ۵۸) (۵) امام ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی الشافعیؒ فرماتے ہیں: واكثر اهل العلم على ما روى عن علی وعمر وغيرهما من اصحاب النبی ﷺ عشرين ركعة۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ صحابہ کرام سے مروی روایات کی بنیاد پر اکثر اہل علم بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ (ترمذی ج اص ۹۹) (۶) امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ثم استقر الامر على العشرين وهو المتوارث۔ پھر معاملہ بیس رکعات پر قرار پکڑا اور وہی متوارث ہو گیا۔ (الحاوی للفتاویٰ ج اص ۳۵۱) (۷) امام ابن حجر مکی الشافعیؒ فرماتے ہیں ولكن اجتمعت الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۱) (۸) علامہ تاج الدین سبکی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ومذهبنا ان التراويح عشرون ركعة (الحاوی للفتاویٰ ج اص ۳۵۰) (۹) امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ سند صحیح سے ثابت ہے کہ عہد فاروقیؓ میں لوگ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج اص ۳۴۸) مولانا میر ابراہیمؒ سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ امام سیوطی خاتمۃ الحفاظ اور بالاتفاق نویں صدی کے مجدد ہیں۔ (الکواکب المضیئہ ص ۹۵) (۱۰) امام عبدالوہاب شعرانی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تراویح بیس رکعات ہیں۔ (المیزان الکبریٰ ج اص ۱۸۴۔ کشف الغمہ ج اص ۱۱۶) (۱۱) امام بغوی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین انهم كانوا يصلون عشرين ركعة (شرح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۲) (۱۲) علامہ عراقی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور جمہور کا مذہب ہے۔ (شرح التقریب ج ۴ ص ۲۷۶) (۱۲) الشیخ عیسیٰ بن عبداللہ الحمیری الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیس

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رکعات تراویح پر پوری امت اور تمام ائمہ متفق ہیں۔ وانما الخلاف فی من زاد ۔ البتہ اختلاف ان سے زائد رکعات میں ہے۔ (القول الصحیح فی صلاۃ التراویح ص ۱۷)

شافعی المذہب مذکورہ علما کے اقوال وفتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ شوافع بھی سب کے سب بیس رکعات پر متفق ہیں اور اس مسئلے میں ان کے اندر کوئی اختلاف موجود نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: بعض غیر مقلدین امام بیہقیؒ کی کتاب معرفۃ السنن والآثار ج ا ص ۴۴۷ کے حوالے سے امام شافعیؒ کا یہ مذہب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن یوسف کی گیارہ رکعات والی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ھذا مذھبی ۔ یہی میرا مذہب ہے۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ دعویٰ نا قابل تسلیم ہے کیونکہ امام شافعیؒ کی اپنی تحریرات اور ان کے مقلدین کی تحقیقات اس دعویٰ کی نفی کرتی ہیں کیونکہ

(۱) اگر یہ بات درست ہوتی تو خود امام بیہقی عہد فاروقیؓ میں گیارہ رکعات کے عمل کو متروک اور بیس رکعات کے عمل کو جاری ومتوارث کیوں تسلیم کرتے؟ جیسا کہ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۲، تحفۃ الاخیار ص ۱۹۱ اور السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ وغیرہ کے حوالے سے ان کا مذہب گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے۔ (۲) امام شافعیؒ کے مقلدین میں سے امام نوویؒ، امام غزالیؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن حجر مکیؒ، امام سبکیؒ، امام سیوطیؒ، امام شعرانیؒ، امام بغویؒ اور امام عراقیؒ جیسے ائمہ بیس رکعات کے مذہب کو جمہور کا مذہب قرار دیتے ہوئے اسے کیوں قبول کرتے؟ (۳) خود امام شافعیؒ اپنی معروف کتاب ''الام'' ج ا ص ۱۲۵ میں یہ کیوں فرماتے کہ احب الی عشرون ۔ میں بیس رکعات کو پسند کرتا ہوں۔ امام شافعیؒ کی اپنی اس تحریر کے مقابلے میں ان کی ذات کے بارے میں کسی دوسرے کی تحقیق کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟

ان نا قابل تردید حوالہ جات کی روشنی میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ معرفۃ السنن والآثار میں امام شافعیؒ کی طرف منسوب **ھذا مذھبی** کا جملہ یا تو الحاقی ہے اور یا یہ وہم راوی پر مبنی ہے۔

فقہ حنبلی اور رکعات تراویح: حنابلہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے مقلدین بھی بیس رکعات تراویح پر متفق ہیں اگرچہ بعض حضرات سے امام احمد بن

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تھیں کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ صحابہؓ بیس رکعت پڑھا کرتے
تھے جو مسنون طریقہ ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں۔ (ترمذی ج۱ ص
[illegible]) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ [illegible] حنفی عشرة وثلاث
وعشرين ركعة۔ یعنی امام احمدؒ سے بیس رکعت کی روایت ہے جس میں [illegible]
ہے (مغنی ج۱ ص [illegible]) امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ والمختار
عند أبي عبد الله فيها عشرون ركعة وبهذا قال الثوري وأبو حنيفة والشافعي یعنی مختار
اور راجح قول کے مطابق امام احمدؒ بیس رکعت کے قائل تھے جیسا کہ سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا بھی
یہی مذہب ہے۔ (مغنی ج۱ ص۸۰۲) اور امام ابن قدامہ حنبلیؒ [illegible]
روشنی میں [illegible] صحیح صورت [illegible] ہے۔

(۲) امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ وقيام شهر رمضان عشرون ركعة وهي سنة مؤكدة (مغنی ج۱ ص۸۰۲) (۲) شیخ عبد القادر جیلانی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں، پانچ ترویحوں کے ساتھ۔ (غنیۃ الطالبین ص۲۶۷) (۳) امام ابن جوزی حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔ ([illegible] ص۵۰۲) (۴) امام ابن تیمیہ حنبلیؒ فرماتے ہیں: فإنه قد ثبت أن أبي بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة ويوتر بثلاث۔ بے شک یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو بیس رکعات اور تین وتر پڑھاتے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲۳ ص۱۱۲) ان قيام رمضان لم يوقت النبي ﷺ فيه عددا معينا بل كان هو ﷺ لا يزيد في رمضان ولا في غيره على ثلاث عشرة ركعة لكن كان يطيل الركعات فلما جمعهم عمر على أبي بن كعب كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم يوتر بثلاث۔ آنحضرت ﷺ سے رکعات تراویح کی تعداد متعین نہیں بلکہ آپ رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے لیکن جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں جمع کیا تو انہوں نے بیس رکعات اور تین وتر پڑھائے۔ (شرح السنہ للبغوی ج۴ ص۱۲۳)

گویا امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اول تو سنت نبوی رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعات کی ہے اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پھر اس میں بھی عہد فاروقیؓ میں اضافہ کر کے بیس رکعات کر دی گئیں۔ اب رکعات تراویح کے لیے عہد فاروقیؓ کا عمل ہی دلیل و حجت قرار پایا۔ چنانچہ حنابلہ کی مستند کتاب ''مقنع'' ج ۱ ص ۱۸۴ میں لکھا ہے: **ثم التراویح وھی العشرون** اور ان کی ایک اور مستند کتاب ''الاقناع'' میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ **التراویح عشرون رکعة ولا ینقصھا ولا باس بالزیادة**۔ تراویح بیس رکعات ہیں، ان میں کمی کرنا جائز نہیں البتہ (بطور نوافل) اس میں زیادتی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ج ۱ ص ۱۴۷) ان حوالہ جات کی روشنی میں امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب رکعات تراویح سے متعلق سمجھنا اور معلوم کرنا دشوار نہیں۔

فقہ ظاہری اور رکعات تراویح: اسلامی تاریخ کے اندر فقہ کے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علاوہ ''ظاہریہ'' کے نام سے ایک پانچویں مکتب فکر کا نشان بھی ملتا ہے جس کے پیشوا امام داؤد ظاہریؒ اور علامہ ابن حزم ظاہریؒ تھے۔ یہ مکتبہ فکر فکری اعتبار سے ترک تقلید کی طرف مائل تھا اور احادیث کے ظاہری مفہوم کو ہی قابل عمل جانتا تھا۔ اس ظاہری مکتب فکر کے نزدیک بھی رکعات تراویح بیس ہی ہیں جیسا کہ علامہ ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۲ میں اور امام نووی الشافعیؒ نے المہذب ج ۲ ص ۳۲ میں امام داؤد ظاہریؒ کا یہی مذہب نقل کیا ہے کہ وہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

اجماع امت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟: یہ معلوم ہو چکنے کے بعد کہ بیس رکعات تراویح پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے، بیس رکعات سے کم کا تصور کہیں موجود نہیں اور اس سے زائد کا جو اختلاف ہے، وہ بیس رکعات کے اجماع کو متاثر نہیں کرتا کیونکہ زائد رکعات کی حیثیت صرف نوافل کی ہے جو اہل مدینہ سے نسبت کے لیے اختیار کی گئی۔ اب ہم مسئلہ کے اس پہلو کی وضاحت بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ اجماع امت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اجماع سے کن لوگوں کا اجماع مراد ہے؟: حجیت اجماع کی بحث سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ ائمہ اہل سنت کے ہاں کن لوگوں کا اجماع قابل قبول ہے چنانچہ شیخ احمد امیٹھوی المعروف ملا جیونؒ فرماتے ہیں کہ ''ان لوگوں کا اجماع معتبر ہے جو مجتہد اور متقی ہوں، فاسق اور

Telegram : t.me/pasbanehaq1

خواہشات کی پیروی کرنے والے ہوں۔" (تفہیمات احمدیہ ص ۳۶۳)

اب اس تعریف کی روشنی میں بیس رکعات تراویح کے قائلین مذکورہ ائمہ واصحاب علم پر یہ تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟ اگر ان پر یہ تعریف صادق آتی ہے (اور بلا شک وشبہ آتی ہے) تو پھر ان کے اجماع کو قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ پھر حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (جنہیں بالاتفاق بارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے) نے تو اجماع کی تعریف اور آسان کر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ، امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جس مسئلہ پر متفق ہو جائیں، وہ اجماع امت کہلائے گا۔ (عقد الجید) لیکن بدقسمتی سے غیر مقلدین حسب عادت اس مسئلے میں بھی اہل سنت سے اختلاف کرتے ہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ۔

وذهب الجمهور الى ان اجماع الائمة الاربعة ابى حنيفة والشافعي ومالك واحمد ليس بحجة. یعنی جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کا اجماع حجت نہیں۔ (حصول المامول ص ۶۵)

وہ کون سے جمہور ہیں جو ائمہ اربعہ کے اجماع کو حجت نہیں مانتے؟ نواب صاحب نے اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا۔ ممکن ہے ان کے پیش نظر ریاست بھوپال (جہاں کے وہ نواب تھے) کے جمہور ہوں کیونکہ امت مسلمہ کے جمہور کا تو یہ موقف ومسلک ہرگز نہیں۔ تاہم نواب صاحب کو یہ شوشہ اس لیے چھوڑنا پڑا کہ امت تو ائمہ اربعہ کی تقلید پر بھی متفق ہے اور اس پر اجماع امت پایا جاتا ہے۔ اگر ائمہ اربعہ کے اجماعی فیصلوں کو ناقابل قبول اور ناقابل اعتماد ٹھہرا دیا جائے تو امت کا نظریہ تقلید خود بخود کمزور ہو جائے گا کیونکہ جب ان کے اجماعی فیصلے حجت نہیں تو ان کے انفرادی قیاسی فیصلے کیونکر حجت ہوں گے؟ اور یہی نواب صاحب کا بھی مقصود ہے۔

اجماع حجت شرعیہ ہے: بہرحال ہمارے نزدیک اجماع امت حجت شرعیہ ہے اور اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا یہ واضح ارشاد موجود ہے کہ ان الله لا يجمع امتى على الضلالة۔ خدا تعالیٰ میری امت کو کسی گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔

۔ گویا جس طرح خدا تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی، اسی طرح فرمان نبوی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کے مطابق خدا تعالیٰ نے امت کی اجماعی فکر کو بھی اپنی حفاظت میں لے لیا۔ آیئے اب اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں اسلاف امت کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجیے کہ اجماع امت حجت شرعیہ ہے یا نہیں؟ چنانچہ:

(۱) امام ابن تیمیہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا لفظ نص کو متضمن ہے اور جماعت کا اجماع کو لہٰذا اہل السنّت والجماعت وہ لوگ ہیں جو نص اور اجماع کے متبع ہیں۔ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۲۷۲) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ تلقی بالقبول (اجماع امت) کو متواتر ہی کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ **اما السلف فلم یکن بینهم فی ذالک نزاع** ۔اسلاف کے اندر اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہ تھا۔ (الصواعق المحرقۃ ج ۲ ص ۳۷۳)

(۲) امام حافظ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں کہ **وهكذا اجماع الامة اذا اجتمعت على شئ فهو الحق الذى لا شك فيه** ۔ جب امت کسی چیز پر متفق ہو جائے تو اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ (التمہید ج ۴ ص ۲۶۷) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث (**البحر هو الطهور ماؤه**) کو محدثین سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیتے ہیں **ولكن عندى صحيح لان العلماء تلقوه بالقبول** لیکن میرے نزدیک یہ حدیث علما کے تلقی بالقبول کی وجہ سے صحیح ہے۔ (الاستذکار)

(۳) امام عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ **اجماع الناس على شئ اوثق فى نفسى من سفيان عن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعودؓ** یعنی ایک طرف درجہ اول کی مضبوط (ثقہ راویوں پر مشتمل) سند کے ساتھ مروی حدیث ہو اور دوسری طرف اجماع امت تو وہ اجماع اس حدیث سے زیادہ قابل قبول ہوگا۔ (کفایہ خطیب ص ۴۳۴)

(۴) امام جلال الدین سیوطیؒ الشافعی فرماتے ہیں کہ **المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم يكن اسناد صحيح** ۔ جس چیز کو علما کا تلقی بالقبول حاصل ہو، اگرچہ وہ صحیح سند سے ثابت نہ ہو وہ مقبول ہے۔ (شرح نظم الدرر) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ **يحكم للحديث**

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح ۔ یعنی تلقی بالقبول سے حدیث کی صحت پختہ ہوجاتی ہے اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔ (تدریب الراوی)

(۵) حضرت مجدد الف ثانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ اجماع نصوص غیر متواترہ سے قوی تر ہے کیونکہ اجماع کا مدلول قطعی ہوتا ہے اور نصوص غیر متواترہ کا ظنی ۔ (مکتوبات)

(۶) علامہ ابن خلدون المالکیؒ فرماتے ہیں کہ نقل نفسی اگر حدیث ثقہ کے موافق ہوتو امام ابو حنیفہؒ اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کردیا کرتے ۔ (مقدمہ ص ۳۷۹) یعنی ایک طرف جو اس کا اجماعی عمل ہوتا اور دوسری طرف حدیث صحیح تو حضرت امام اعظمؒ امت کے اجماعی عمل کو قبول کرتے ۔

(۷) امام ابوبکر جصاص رازی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سے دو متضاد حدیث مروی ہوں وظهر عمل السلف باحدهما كان الذى ظهر عمل السلف به اولى بالاثبات ۔ اوران میں سے ایک پر اسلاف امت کا عمل ظاہر ہوجائے تو وہ حدیث ثبوت سند میں مقدم ہوگی ۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷)

(۸) امام محمد بن جعفر الطحاوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ جب متضاد آثار سامنے آجائیں تو وجب ان ننظر ما علیه عمل المسلمین ۔ تو یہ دیکھنا واجب ہے کہ مسلمانوں کا عمل ان میں سے کس پر ہے وہی قبول کیا جائے گا ۔ (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۱)

(۹) الشیخ ملا جیون الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ جس خبر واحد کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہوجائے اس کی سند پر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ (نور الانوار) دوسرے مقام پر ومن یشاقق الرسول (النساء) کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے کیونکہ رسول اور مومنوں کے راستے کی خلاف ورزی پر سخت سزا کی دھمکی دی گئی ہے پس جب مومنوں کے راستے کی خلاف ورزی حرام وممنوع ہے تو مومنوں کی راہ پر چلنا واجب ہے ۔ دوسرے لفظوں میں اجماع امت حجت ہے اور اس کا منکر بھی اسی طرح کافر ہے جس طرح کتاب اور سنت متواترہ کا منکر کافر ہے نیز اجماع خبر مشہور اور خبر واحد پر مقدم ہوگا بشرطیکہ ہم تک پہنچنے تک ہر زمانہ میں مومنین کا اس پر اجماع رہا ہو ۔ اجماع میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا کوئی داعی وسبب موجود ہو جو اس سے مقدم ہونا بھی ضروری ہے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کہ حکم پہلے خبر واحد یا قیاس سے ثابت ہو، پھر امت اس پر اتفاق کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے ہم اس حکم پر اجماع کرتے ہیں یا ہر ایک یہ کام شروع کر دے۔ اس صورت میں یہ واجب ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۳۶۴) دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: **ان الاجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل یفید الیقین والقطعیة ....وقد ضل بعض المعتزلة والروافض فقالو ان الاجماع لیس بحجة** ۔ اجماع شرعی امور میں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ بعض معتزلہ اور روافض اس مسئلے میں گمراہ ہو گئے جو کہتے ہیں کہ اجماع حجت نہیں۔ (نور الانوار ص ۲۲۵)

(۱۰) امام معمر بن راشدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوبکر محمد بن عبداللہ بن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حائضہ عورت روزہ قضا کرے گی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا **ھذا ما اجتمعت الناس علیه ولیس فی کل شئ نجد الاسناد** ۔ لوگوں کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا اور ہمیں ہر چیز میں سند نہیں مل سکتی۔ (عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۳۲)

(۱۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اجماع بھی شرعی حجت ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ (فتاویٰ ص ۴۵۳)

(۱۲) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (**ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالة**) اجماع کے قطعی ہونے کی دلیل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۸)

(۱۳) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ بعض ضعیف ایسے ہیں جو امت کے تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے۔ (اخبار اہل حدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ بحوالہ خیر المصابیح)

(۱۴) مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ

> ''امت کے قبول و عمل سے بھی حدیث یقین کے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ حدیث **انما الاعمال بالنیات**، حدیث ذوق عسیلہ، صدقہ فطر، حرمت نکاح مع العمة والخالة، حدیث حرمت رضاع مثل نسب، تعیین عشرہ مبشرہ وغیرہ احادیث کو امت نے عملاً قبول کیا ہے۔'' (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ص ۵۷) ''بخاری و مسلم کی احادیث کی صحت پر امت متفق ہے اور انہیں تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہوا۔'' (ایضاً ص ۵۸) ''امت کی تلقی ائمہ حدیث اور اہل حدیث کے نزدیک بے حد مضبوط قرینہ ہے۔'' (ایضاً ص ۵۸)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حاصل بحث: ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ

(۱) قرآنی تعلیمات کے مطابق اجماع امت کی خلاف ورزی کرنے والا جہنمی ہے۔ (۲) فرمان نبوی کے مطابق امت محمدیہ کا اجماع گمراہی سے پاک ہے۔ (۳) اجماع امت اور تلقی بالقبول شرعی حجت ہے اگرچہ سند کے اعتبار سے کوئی صحیح حدیث اس کے ثبوت میں موجود نہ ہو۔ (۴) مضبوط سند کے ساتھ مروی روایت کے مقابلے میں اجماع امت زیادہ وزنی شہادت ہے۔ (۵) اجماع نصوص غیر متواترہ (خبر واحد و خبر مشہور وغیرہ) سے قوی تر ہے۔ (۶) تلقی بالقبول اگر ضعیف روایت کو بھی حاصل ہو جائے تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور متعدد روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن امت کے تلقی بالقبول کی وجہ سے ان کا ضعف ختم ہو گیا۔ (۷) اہل السنت والجماعت کی پہچان یہی ہے کہ وہ نص اور اجماع کی پیروی کرنے والے ہیں۔ (۸) اجماع امت اور تلقی بالقبول کا منکر کافر و گمراہ اور منکر قرآن وسنت ہے۔

اتمام حجت: اس مذکورہ بحث کو اس پہلو سے بھی دیکھیے کہ

☆ امام ابن تیمیہؒ عہد خلافت راشدہ میں بیس رکعات پر اجماع بھی تسلیم کرتے ہیں اور قبول اجماع کو اہل سنت کی پہچان بھی قرار دیتے ہیں۔ ☆ حافظ ابن عبدالبرؒ تلقی بالقبول کو حجت شرعیہ بھی مانتے ہیں اور بیس رکعات تراویح پر اجماع امت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ☆ امام اعظم ابوحنیفہؒ تلقی بالقبول کو حجت بھی مانتے ہیں اور بیس رکعات تراویح پر اجماع بھی نقل کرتے ہیں۔ ☆ امام سیوطیؒ تلقی بالقبول کو حجت شرعیہ بھی قرار دیتے ہیں اور بیس رکعات پر امت کی تلقی کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

گویا فقہ کے چاروں مذہب دونوں حقیقتوں کے معترف ہیں۔ اجماع و تلقی بالقبول کے حجت ہونے کے بھی اور بیس رکعات پر اجماع کے بھی۔ اس کے باوجود غیر مقلدین کا اس سے انکار و فرار دلائل شرعیہ اور حقائق تاریخیہ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اتباع سواد اعظم: بیس رکعات تراویح پر اجماع امت کا انعقاد آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہے لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ بیس رکعات پر اجماع امت نہیں تو اس حقیقت سے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تو غیر مقلدین کو بھی انکار نہیں کہ کم از کم یہ اصحاب علم کی اکثریت کا مذہب ضرور ہے اور اس بارے میں بھی فرمان نبوی واضح ہے کہ **اتبعوا السواد الاعظم** یعنی اکثریت کی پیروی کرو۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۳۲۸)

لہٰذا غیر مقلدین کو اس فرمان نبوی کی روشنی میں بیس رکعات تراویح سواد اعظم کے مذہب و مسلک کی حیثیت سے قبول کر لینی چاہییں لیکن غیر مقلدین کی یہ انتہائی بدنصیبی ہے کہ ان کا اتباع حدیث ان چند مخصوص مسائل سے تجاوز نہیں کرتا جو انہوں نے اپنے مسلکی تشخص و پہچان کے لیے اختیار کر رکھے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے اور انہیں اتباع حدیث کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت جیسا ذوق سلیم عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

نوٹ: یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ سواد اعظم سے امت کے مسلمہ علما و فقہا مراد ہیں جن کا علم و دیانت ہر شبہ سے بالاتر ہے۔ اس سے جاہل و بے شعور عوام کا اجتماع ہرگز مراد نہیں۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب ششم

اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح

سنیت و رکعات تراویح پر بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیام رمضان کے نبویؐ عنوان کے لیے تراویح کی متواتر اصطلاح کے حوالہ سے بھی مختصر بحث کر لی جائے کہ اس کی لغوی و اصطلاحی اور تاریخی حیثیت کیا ہے۔ اہل سنت اور غیر مقلدین دونوں اس حقیقت پر متفق ہیں کہ قیام رمضان کے لیے تراویح کی اصطلاح قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ ایک خالص اجتہادی اصطلاح ہے جو قیام رمضان کی مستقل عبادت کے لیے وضع کی گئی۔ اور اکابر سے منقول ہے۔ آیئے حقائق کے آئینہ میں یہ جاننے کی کوشش کریں کہ یہ اصطلاح مبنی بر حقیقت ہے یا خلاف حقیقت۔ اور پھر فریقین میں سے کس کے ہاں اس کا استعمال مبنی بر حقیقت ہے۔

متواتر و متوارث اصطلاح: اس اصطلاح کی روشنی میں یہ امر قابل غور ہے کہ اپنے مقاصد و مفاد سے قطع نظر یہ محض ایک وقتی و ہنگامی اصطلاح ہے یا اس کے اندر واقعیت و حقیقت بھی موجود ہے۔ کیونکہ تراویح جمع ہے جو کم از کم تین افراد کا مطالبہ کرتی ہے۔ تین سے کم افراد پر بحیثیت جمع وہ دلالت ہی نہیں کرتی۔ اب حقیقت کا تقاضا تو یہی ہے کہ اس کے اندر کم از کم تین ترویحوں کا وجود تسلیم کیا جائے۔ اور ایک ترویحہ چار رکعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح تین ترویحے بارہ رکعات پر مشتمل ہوں گے۔ یعنی لفظ تراویح کی حقیقت و معنویت کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں بارہ رکعات کا کم از کم تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔ اس سے کم پر وہ کسی صورت صادق آ ہی نہیں سکتی۔ گویا لفظ تراویح کو اگر حقیقت کے ترازو میں تولا اور معنویت کے آئینہ میں دیکھا جائے تو بارہ رکعت سے کم کا تصور خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس تصور کو بحال رکھ کر تین سے کم ترویحے تسلیم کیے جائیں تو لفظ تراویح کی اصطلاح لغو اور بے فائدہ قرار

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پہنچتی ہے۔

اور پھر یہ اصطلاح کسی مخصوص زمانہ یا چند اشخاص تک محدود نہیں کہ اس کی معنوی و مقصودی حیثیت کو یکسر نظر انداز کیا جائے بلکہ ان گنت افراد نے لاتعداد کتب میں اس اصطلاح کو بکثرت استعمال کیا ہے جس میں تواتر و تعامل کی صورت پیدا کر دی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ ایک متواتر و اجماعی اصطلاح ہے اور کسی متواتر و اجماعی اصطلاح کو مجہول و بے بنیاد ثابت کرنے اور اس کی معنوی حیثیت سے انکار کرنے کے لیے ٹھوس اور واضح دلائل درکار ہیں جبکہ صاحب عمر و فہم کے تقسیم جمعیت کی طرف سے اس پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں۔ آئیے اس اصطلاح کا لغوی و اصطلاحی اور تاریخی حیثیت سے جائزہ لیتے ہیں تاکہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔

لفظ تراویح کا لغوی مفہوم: سب سے پہلے ہم تراویح کے لغوی معنی پر بحث کریں گے۔ چنانچہ

(۱) لغت کی معروف کتاب منجد میں ہے التراويح جمع ترويحة وهي في الاصل اسم للجلسة مطلقة۔ یعنی تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور وہ اصل میں نام ہے مطلق بیٹھنے کا۔ [illegible] التراويح بمعنی راحت و [illegible] (۲) [illegible] التراويح وهي جمع ترويحة [illegible] بمعنی استراحت۔ [illegible] المعرب في ترتيب المعرب جلد ۱ ص ۳۵۲ (۳) علامہ [illegible] لکھتے ہیں التراويح جمع ترويحة والترويحة في الاصل اسم للجلسة [illegible] التراويح جمع ترويحة وهي في الاصل [illegible] بمعنی استراحت [illegible] ص ۲۶)

ان حوالہ جات سے [illegible]

لفظ تراویح کا اصطلاحی مفہوم: [illegible]

Telegram : t.me/pasbanehaq1

وجہ سے درمیان میں راحت و آرام کی ضرورت محسوس کی گئی تو اس کی ہر چار رکعت کے بعد نمازیوں کے لیے کچھ وقفہ تجویز کیا گیا اور اس وقفہ کو ترویحہ کا نام دیا گیا۔ چنانچہ امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ (جو شافعی المذہب تھے تاریخ المشاہیر ص ۹۴) فرماتے ہیں کہ **ترويحة شهر رمضان سمّيت بها لاستراحة بعد كل اربع ركعات** ۔ قیام رمضان میں ترویحہ نام ہر چار رکعت کے بعد آرام کے لیے رکھا گیا (القاموس المحیط جلد ۱ ص ۲۳۲) ...... صاحب منجد فرماتے ہیں **ثم سمّيت بها الجلسة التي بعد اربع ركعات في ليالي رمضان لاستراحة الناس بها ثم سمي كل اربع ركعات ترويحة** ۔ پھر شب ہائے رمضان میں ہر چار رکعت نماز کے بعد آرام کرنے کے لیے نشست پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ پھر چار رکعت کو ترویحہ کہنے لگے۔ (ص ۲۹۰) علامہ مطرزیؒ فرماتے ہیں **سمّيت الترويحة لاستراحة القوم بعد كل اربع ركعات** ۔ اس کا نام ترویحہ ہر چار رکعت کے بعد قوم کے آرام کرنے کی وجہ سے رکھا گیا۔ (المغرب جلد ۱ ص ۳۵۲)۔ ملا غیاث الدین رامپوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو تراویح اس لیے کہتے ہیں کہ ہر چار رکعت کے بعد خود را راحت و آرام مید ہند۔ (غیاث اللغات ص ۱۱۵)۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کرنے کی وجہ سے اس کا نام ترویحہ رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۲۴)۔ صاحب کفایہ فرماتے ہیں کہ قیام رمضان میں ترویحہ ہر چار رکعت کا نام ہے۔ (کفایہ جلد ۱ ص ۴۰۷)۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعت کو کہتے ہیں۔ (المہذب جلد ۲ ص ۳۲)۔ اور غیر مقلدین کا بھی یہی موقف ہے چنانچہ لکھا ہے کہ اس نماز کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے۔ کیونکہ تراویح' ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک مرتبہ آرام کرنے کے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۶ ص ۲۴۱)

ان حوالہ جات سے بصراحت معلوم ہوگیا کہ قیام رمضان کی ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر استراحت کی وجہ سے ہر چار رکعت کو ترویحہ کا نام دے دیا گیا۔

تراویح کا شرعی مفہوم: تراویح کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم کے بعد اب ہم اس کے شرعی مفہوم کی وضاحت بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں تراویح قیام

Telegram : t.me/pasbanehaq1

رمضان کا دوسرا نام ہے۔ اور قیام رمضان صدیوں سے اسی عنوان سے متعارف ہے۔ چنانچہ حضرت لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ سمیت صلوٰۃ الجماعۃ فی لیالی رمضان بالتراویح۔ رمضان کی راتوں میں پڑھی جانے والی باجماعت نماز کا نام تراویح ہے۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۱۳)۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرتے تھے۔ ولھٰذا سمیت تراویح۔ اس لیے اس کا نام تراویح رکھا گیا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ۱ ص ۳۴۳) ملا غیاث الدین رامپوریؒ فرماتے ہیں کہ تراویح وہ بیس رکعت نماز ہے جو شب ہائے رمضان میں ادا کی جاتی ہے۔ (غیاث اللغات ص ۱۱۵) منجد میں ہے وھی اسم العشرین رکعۃ۔ شب ہائے رمضان کی بیس رکعت کو بھی تراویح کہتے ہیں۔ (ص ۲۹۰) منجد کا مصنف عیسائی ہے۔ حیرت ہے کہ ساٹھ ہزار عربی الفاظ کے لغوی معانی و مفاہیم واضح کرنے والے مصنف کے پیش نظر تراویح کا عرفی مفہوم صرف بیس رکعت نماز کی صورت میں ہی سامنے آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے بھی تاریخی ذخیرہ میں سے تراویح کے لیے بیس رکعات کے علاوہ کوئی نمونہ و ثبوت موجود نہ تھا۔ ورنہ وہ اختلاف کا ذکر ضرور کرتا۔ غیر مقلدین کے نزدیک نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۶ ص ۲۴۱) ان حوالہ جات سے بصراحت معلوم ہوجاتا ہے کہ شرعی مفہوم کے اعتبار سے تراویح کا اطلاق اس نماز پر ہوتا ہے جو رمضان المبارک کی راتوں سے مخصوص ہے۔ دیگر دنوں میں نہیں پڑھی جاتی۔ اور جسے نبویؐ زبان سے قیام رمضان کا عنوان حاصل ہے۔

اصطلاح تراویح کی بناء اجتہاد: یہاں اس پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ اصطلاح تراویح کی بناء اجتہاد کیا ہے۔ اس میں اسلاف کا اختلاف موجود ہے اور دو نکتہ نظر سامنے آتے ہیں..... پہلا یہ کہ اس اجتہاد کی بنیاد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروّح و اطال۔ نماز تہجد میں چار رکعت کے بعد طویل استراحت فرماتے۔ (بیہقی جلد ۲ ص ۴۹۷) ...... دوسرا یہ کہ اس اجتہاد کی بنیاد

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حضرت فاروق اعظمؓ کا عمل ہے جیسا کہ حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ دو ترویحوں کے درمیان اتنی دیر استراحت فرماتے کہ قدر ما یذھب الرجل من المسجد الی السلع کہ آدمی مسجد نبویؐ سے سلع پہاڑ تک جا سکے۔ (کنز العمال جلد ۸ ص ۲۶۴) ۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اس کی بناء اجتہاد فعل پیغمبرؐ پر ہے یا عمل فاروق اعظمؓ پر۔ یہ حقیقت واضح ہے کہ تراویح قیام رمضان ہی کا دوسرا نام ہے

یہ اصطلاح کب شروع ہوئی ؟: یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ ایک اجتہادی اصطلاح ہے جسے امت نے قبول کیا ہے۔ لیکن یہ اصطلاح کب متعارف ہوئی ؟ امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ قیام رمضان کا نام تراویح اس لیے رکھا گیا کہ اول ما اجتمعوا علیھا اس پر سب سے پہلے صحابہ کرامؓ نے اجماع کیا۔ (فتح الباری جلد ۴ ص ۲۵۰)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوالبرکاتؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں لفظ تراویح کا استعمال عام معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ، عمرؓ، علیؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ کے ادوار میں اس لفظ کا استعمال کافی ملتا ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۵۴)

دلچسپ لطیفہ : مشہور غیر مقلد عالم مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ اسے نبویؐ زبان میں قیام رمضان کا نام دیا گیا ہے۔ تابعین اور ان کے اتباع میں اسے تراویح کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ سے قیام اللیل میں مروی ہے۔ (جفان العجابہ ص ۱۷۳) اثری صاحب صاف لفظوں میں یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ تراویح کی اصطلاح عصر حاضر یا ماضی قریب کی ایجاد کردہ نہیں بلکہ تابعین و تبع تابعین کے ہاں بکثرت مستعمل تھی۔ اور ابراہیم نخعیؒ جیسا امام اس کا راوی ہے۔ لیکن یہ نقل کرنے کے بعد اثری صاحب فرماتے ہیں کہ

''دوستوں نے تراویح کا نام اسے اس لیے دیا ہے کہ بیس رکعت ثابت ہوں کہ یہ ترویحہ کی جمع ہے جو چار رکعتوں کا ہوتا ہے۔ تو بیس رکعت پانچ ترویحے ٹھہرے اور آٹھ رکعت دو ترویحے ہوئے۔ تراویح (یعنی جمع) نہیں۔'' (ایضاً ص ۱۷۳)

اثری صاحب کی بدحواسی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ مسلکی تعصب و ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو کر حقائق کو مسخ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کرنے کی کیسی جسارت کر رہے ہیں۔ اگر لفظ تراویح بیس رکعت کے اثبات کے لیے وضع کیا گیا ہے تو یہ خیر القرون بالخصوص عہد خلافت راشدہ کا اجتہاد ہے جسے بالا جماع قبول کیا گیا ہے۔ اگر اس لفظ سے واقعی بیس رکعت ثابت ہوتی ہیں تو اثری صاحب اور دیگر غیر مقلدین اس سے انحراف کیوں کر رہے ہیں؟ بہر حال یہ حقیقت واضح ہے کہ قیام رمضان کے لیے تراویح کی اصطلاح عہد خلافت راشدہ اور خیر القرون میں بھی بکثرت موجود تھی۔

استراحت کی شرعی حیثیت : ہر چار رکعت کے بعد عمل صحابہؓ وتابعینؒ سے استراحت ثابت ہونے کے بعد اس استراحت کی شرعی حیثیت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں کہ ہر چار رکعت کا نام ترویحہ، استراحت کی وجہ سے رکھا گیا۔ **کما هو السنة فيها** جیسا کہ وہ استراحت سنت ہے۔ (البحر الرائق جلد۲ ص ٦٦) صاحب ہدایہ فرماتے ہیں **والمستحب في الجلوس بين الترويحتين مقدار الترويحة** ۔ دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کے برابر بیٹھنا مستحب ہے۔ (ہدایہ جلد ا ص ۱۳۱) گویا یہ استراحت احناف کے نزدیک سنت غیر موکدہ ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت فقہ حنفی کی جملہ کتب میں موجود ہے۔ اور علامہ عبد الرحمٰن جزیریؒ فرماتے ہیں کہ ہر ترویحہ پر استراحت احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اتباع سلف کی بنا پر مستحب ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اگر قیام لمبا ہو تو اتباعا **لفعل الصحابة**ؓ مستحب ہے ورنہ نہیں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد ا ص ۳۴۳)

دوران استراحت ذکر : جب یہ استراحت مستحب ہے تو پھر اس استراحت کے دوران کیا عمل اختیار کرنا چاہیے؟ اس کے بارہ میں علامہ کاسانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ تسبیح پڑھے **لا حول ولا قوة** کا ورد کرے تکبیر پڑھے **ويصلي على النبي**ؐ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ (بدائع الصنائع جلد ا ص ۲۹۰) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اس استراحت میں لوگوں کو اختیار ہے، چاہے تسبیح پڑھیں، چاہے خاموش رہیں۔ مکہ کے لوگ سات مرتبہ طواف کر لیتے تھے۔ اور مدینہ کے لوگ چار رکعت اور بڑھا لیتے تھے۔ (جلد ا ص ۱۸۵) گویا اس میں کوئی عمل مسنون ومخصوص

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نہیں۔ البتہ بعض فقہاء نے عوام کی سہولت کے لیے یہ دعا لکھی ہے۔

سبحان ذی الملک والملکوت٬ سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحیّ الذی لا یموت سبّوح قدوس ربنا و رب الملائکة والروح لا الہ الا اللّٰہ نستغفر اللّٰہ ونسئلک الجنة ونعوذ بک من النار (شامی جلد ۹ ص ۵۲۲)

تعداد تراویح: عہد خیر القرون سے لے کر عصر حاضر تک اس متواتر و اجماعی اصطلاح کی روشنی میں اب ہمیں یہ جائزہ لینا ہے کہ کتب حدیث و سیر میں لفظی اعتبار سے کتنے ترویحوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) سوید بن غفلہؒ رمضان میں نماز پڑھاتے۔ خمس ترویحات (سنن الکبری جلد ۲ ص ۴۹۶ شرح السنۃ جلد ۴ ص ۱۲۲) (۲) ابو البختریؒ نماز پڑھاتے تھے۔ خمس ترویحات (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۹۳) (۳) علی بن ربیعہؒ نماز پڑھاتے تھے۔ خمس ترویحات (ایضاً جلد ۲ ص ۳۹۳) (۴) عن ابی الحسناء حضرت علیؓ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ خمس ترویحات۔ (کنز العمال جلد ۸ ص ۲۶۴) (۵) ابو حنیفہؒ عن حماد عن ابراھیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات۔ (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۴۱) (۶) سعید بن جبیرؒ نماز پڑھاتے خمس ترویحات و فی العشر الاواخر ست ترویحات۔ (عبد الرزاق جلد ۴ ص ۲۶۶) (۷) عبد الرحمن بن ابی بکرہؓ سعید بن ابی الحسنؒ اور عمران العبدیؒ نماز پڑھاتے۔ خمس تراویح (قیام اللیل ص ۱۵۸) (۸) شبرمہؒ بن شکل نے نماز پڑھائی۔ خمس ترویحات (مرقات جلد ۳ ص ۱۹۴)

ان آثار میں بصراحت پانچ ترویحوں کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ بعض ائمہ سے ست ترویحات اور سبع ترویحات کے الفاظ تو ملتے ہیں لیکن پانچ سے کم صرف ابو مجلز وغیرہ سے اربع ترویحات کے الفاظ ملتے ہیں۔ کسی مقام پر لفظی اعتبار سے تین یا اس سے کم ترویحوں کا ثبوت نہیں ملتا۔ کیا غیر مقلدین کوئی حوالہ پیش کر سکتے ہیں جس میں یہ وضاحت ہو کہ صحابہ کرامؓ تابعین یا تبع تابعین میں سے فلاں بزرگ دو ترویحے یا تین ترویحے پڑھتے پڑھاتے تھے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کا حکم: حتیٰ کہ فقہاء کرام نے تو پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کے حکم شرعی پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ ...... علامہ کاسانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ کیا پانچویں ترویحہ کے بعد بھی استراحت مستحب ہے؟ بعض حضرت نے کہا' ہاں اور بعض نے کہا' نہیں۔ امام **سیوطی الشافعیؒ** فرماتے ہیں کہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کر لیتے تھے **ولا یطوفون بعد الخامسة** ۔ پانچویں ترویحہ کے بعد وہ طواف نہیں کرتے تھے۔ (الحاوی للفتاویٰ جلد اص ۳۴۸) امام سیوطیؒ نے اسی پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت کے حوالہ سے اہل مدینہ کی رکعات کا اختلاف بیان کیا ہے کہ جو لوگ پانچویں ترویحہ کے بعد چار رکعت نوافل نہ پڑھتے ان کی رکعات چھتیس ہوتیں اور جو پانچویں ترویحہ کے بعد بھی چار رکعت نوافل پڑھتے ان کی رکعات چالیس ہو جاتیں۔ اسی لیے بعض ائمہ کے نزدیک پانچویں ترویحہ کے بعد بھی استراحت مستحب ہے جیسا کہ نور الایضاح ص ۲۷ ماثبت بالسنۃ ص ۲۱۱ فتاویٰ مولانا عبدالحئی ص ۲۳۸ ہدایہ جلد اص ۱۲۳ اور الدر المختار جلد ا ص ۶۶۱ میں مذکور ہے کہ **وكذا بين الخامسة والوتر** ۔ اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان استراحت بھی مستحب ہے۔

قطع نظر اس سے کہ پانچویں ترویحہ کے بعد استراحت مستحب ہے یا مکروہ۔ یہ حقیقت واضح ہے کہ نماز تراویح پانچ تریحوں پر موقوف ہے۔ اگر پانچ ترویحے نہ ہوتے تو پانچویں ترویحہ کے بعد حکم استراحت پر اختلاف رونما نہ ہوتا۔ خدا تعالیٰ غیر مقلدین کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب ہفتم

سنن التراویح

زیرنظر باب میں ہم نماز تراویح کی سنتوں پر مختصر بحث کریں گے تاکہ یہ حقیقت مزید نکھر کر سامنے آجائے کہ تہجد وتراویح میں فرق ہے اور تراویح تہجد سے الگ اپنے مخصوص و مستقل احکامات رکھتی ہے۔

(۱) **تراویح سنت موکدہ ہے** : تراویح کی شرعی حیثیت کے بارہ میں غیر مقلدین کے متضاد نظریات آپ ان شاء اللہ العزیز آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن اس بات پر غیر مقلدین کا تقریباً اجماع ہے کہ تراویح سنت موکدہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا ایک مستند حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

> سوال : تراویح سنت موکدہ ہے یا غیر موکدہ؟ اصول فقہ کی روشنی میں سنت موکدہ کی تعریف کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جس کام پر مواظبت اختیار کی وہ سنت موکدہ ہے یا نہیں؟
>
> جواب: اصول فقہ کی تمام کتابوں میں سنت موکدہ کی تعریف اس قدر کی گئی ہے کہ وہ کام جس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشگی اختیار کی ہے، صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مواظبت کو اصولیین میں سے کسی نے بھی سنت موکدہ قرار نہیں دیا۔ تراویح پر اگرچہ صحابہ کرامؓ کی مواظبت ثابت ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے یہ سنت موکدہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ا ص ۶۴۲)

جو لوگ صحابہ کرامؓ کے افعال واقوال حتیٰ کہ ان کے اجتہاد و تفسیر قرآن تک کو حجت نہ مانتے ہوں، ان کی طبیعتیں اجماع صحابہؓ اور سنت خلفاء راشدینؓ کو سنت موکدہ کی حیثیت سے کیسے قبول کر سکتی ہیں؟ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تہجد وتراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں تو کیا تہجد پر آنحضرت صلی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت ثابت نہیں؟ یہ گتھی تو کوئی غیر مقلد ہی سلجھا سکے گا۔ لیکن یہ واضح ہو چکا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تراویح سنت موکدہ نہیں جبکہ جمہور ائمہ اہل سنت کے نزدیک تراویح سنت موکدہ ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیریؒ فرماتے ہیں کہ

نماز تراویح تین اماموں (امام اعظم ابوحنیفہؒ ' امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کے نزدیک سنت عین موکدہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک ہر مرد و زن کے لیے امر مستحب تاکیدی ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۱ ص ۵۴۱)

اس بارہ میں فقہاء احناف کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ان التراویح سنة لا یجوز ترکھا ۔تراویح سنت ہے جس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ (المبسوط سرخسی جلد ۲ ص ۱۴۵' کبیری ص ۴۰۰ وغیرہ) (۲) وقال صدر الشھید ھو الصحیح ۔صدر الشہیدؒ نے کہا یہی صحیح ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ ص ۶۳) (۳) التراویح سنة موکدة لمواظبة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدینؓ اجماعاً ۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کی مواظبت کی وجہ سے تراویح بالاجماع سنت موکدہ ہے۔ (رد المحتار جلد ۱ ص ۵۱۱) (۴) التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً ۔خلفاء راشدینؓ کی مواظبت کی وجہ سے تراویح مرد و زن پر بالاجماع سنت موکدہ ہے۔ (الدر المختار جلد ۱ ص ۶۵۹) (۵) تراویح باجماع صحابہؓ اور باجماع ائمہ اہل سنت' سنت موکدہ ہے و منکرھا مبتدع' ضال مردود الشھادة اس کا منکر بدعتی' گمراہ اور مردود الشہادت ہے۔ (جامع الرموز جلد ۱ ص ۹۵) (۶) تراویح خلفاء راشدینؓ کی مواظبت کی وجہ سے سنت ہے۔ (شرح الوقایہ جلد ۱ ص ۱۷۶) (۷) تراویح سنت موکدہ ہے جیسا کہ ہمارے جمہور اصحاب نے اس کی صراحت کی ہے۔ (التعلیق الممجد ص ۱۴۰) (۸) تراویح باجماع صحابہؓ سنت ہے اس کا منکر بدعتی و گمراہ ہے۔ (طحطاوی جلد ۱ ص ۲۷۰) (۹) تراویح کا ادا کرنا سنت موکدہ ہے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب نمبر ۴۵) (۱۰) تراویح سنت موکدہ ہیں' بلا عذر ان کو ترک کرنے والا عاصی و گنہگار ہے۔ خلفاء راشدینؓ و جمیع صحابہؓ و سلف صالحین سے ان کی مواظبت ثابت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۴ ص ۲۸۱)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مذکورہ حوالہ جات سے تین چیزیں بصراحت ثابت ہوگئی۔ پہلی یہ کہ نماز تراویح پر خلفاء راشدینؓ کی مواظبت ثابت ہے۔ دوسری یہ کہ خلفاء راشدینؓ کی کسی عمل پر مواظبت اس کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔ تیسری یہ کہ تراویح سنت موکدہ ہے جبکہ غیر مقلدین حضرات ان میں سے پہلی چیز کا تو اقرار کرتے ہیں' باقی دونوں چیزوں سے انکاری ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سنت خلفاء راشدینؓ کی محبت احناف کے دل میں زیادہ ہے یا غیر مقلدین کے دل میں۔ نیز نماز تراویح کے ساتھ اہل سنت احناف کا انس وتعلق زیادہ ہے جو اسے سنت موکدہ مانتے ہیں یا غیر مقلدین کا جو اسے استحبابی درجہ دے کر اختیاری عبادت قرار دے رہے ہیں۔

(۲) تراویح کی بیس رکعت سنت موکدہ ہیں: یہ ہم اگلے باب میں ان شاء اللہ العزیز واضح کریں گے کہ غیر مقلدین کے نزدیک جس طرح نماز تراویح سنت موکدہ نہیں اسی طرح ان کی رکعات کی کوئی تعداد بھی مسنون نہیں۔ جبکہ اہل سنت احناف کے ہاں تراویح کی بیس رکعت سنت موکدہ ہیں۔ جیسا کہ:

(۱) امام اعظمؒ فرماتے ہیں: **یصلی عشرین رکعۃ کما ھو السنۃ** ۔بیس رکعت پڑھے جو کہ سنت ہیں۔ (المبسوط جلد ۲ ص ۱۶۶) (۲) علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہیں اور آٹھ رکعت پڑھنے والا سنت موکدہ کا تارک ہے۔ (حاشیہ ہدایہ جلد ۱ ص ۱۵۱) (۳) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں جو لوگ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں وہ تارک فضیلت سنت ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۳) (۴) تراویح بیس رکعت سنت موکدہ ہیں اس کے خلاف کرنے والا حنفیہ کے نزدیک تارک سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۴ ص ۲۹۶) (۵) فقہ حنفی کے مفتی بہ قول کے مطابق بیس رکعت تراویح ہی سنت موکدہ ہیں۔ (الدر المختار جلد ۱ ص ۹۸۔ ہدایہ جلد ۱ ص ۱۳۱ شرح نقایہ جلد ۱ ص ۱۰۴ جواہر الفقہ جلد ۱ ص ۳۸۱ وغیرہ)

گویا فقہاء احناف کے نزدیک جس طرح نماز تراویح سنت موکدہ ہے' اسی طرح اس کی بیس رکعات بھی سنت موکدہ ہیں۔ یہی مسلک وفتویٰ شوافع فقہاء کا ہے جیسا کہ علامہ نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ **اعلم ان صلوٰۃ التراویح سنۃ باتفاق العلماء وھی عشرون رکعۃ** . یعنی بیس رکعت

Telegram : t.me/pasbanehaq1

تراویح علماء کے اتفاق سے سنت ہے۔ (کتاب الاذکار ص۸۳) اور یہی مذہب و مسلک فقہاء حنابلہ کا ہے جیسا کہ علامہ موفق الدین ابن قدامہ الحنبلیؒ فرماتے ہیں **وقیام شهر رمضان عشرون ركعة يعنى صلوٰة التراويح وهى سنة موكدة** ۔یعنی بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہے۔(المغنی جلد۲ ص۱۶۶) گویا حنفی، شافعی اور حنبلی تینوں مکاتب فکر بیس رکعت تراویح کے سنت موکدہ ہونے پر متفق ہیں۔

(۲) **تراویح مساجد میں ادا کرنا سنت ہے:** جماعت ورکعات تراویح کی سنیت کا ذکر کرنے کے بعد مقام تراویح کی اولویت و افضلیت کا تذکرہ بھی ناگزیر ہے کہ تراویح ادا کرنے کے لیے افضل مقام گھر ہے یا مسجد؟ غیر مقلدین کے اس بارہ میں متفرق مذاہب ہیں جن کی تفصیلات آپ آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ فقہاء اہل سنت اور ان میں سے بالخصوص فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح مساجد میں ادا کرنا مسنون ہے۔ چنانچہ

(۱) علامہ جزریؒ فرماتے ہیں **وافضل صلاتها فى المسجد باتفاق ثلاثة من الائمة وخالف المالكية** ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ) کے نزدیک بالاتفاق تراویح مسجد میں افضل ہے۔ البتہ مالکیہ کو اس سے اختلاف ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ جلد۱ ص۳۴۲) (۲) **ان صلوٰة التراويح فى مساجد المسلمين سنة مسنونة** ۔ تراویح مساجد میں ادا کرنا مسنون ہے۔ (مستدرک حاکم جلد۱ ص۴۴۰) (۳) صحیح یہی ہے کہ تراویح کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ (الدر المختار جلد۱ ص۶۶۱) (۴) گھر میں اگر جماعت سے تراویح ادا کرے گا تو جماعت کی فضیلت مل جائے گی۔ البتہ مسجد کی فضیلت سے محروم ہوگا۔ (عالمگیری جلد۱ ص۱۸۵) (۵) سب لوگ اگر مسجد میں تراویح کی نماز چھوڑ دیں تو گنہگار ہوں گے۔ (عالمگیری جلد۱ ص۱۸۵) (۶) نماز تراویح مسجدوں میں پڑھنا سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد۴ ص۲۶۹)

گویا فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح کا مساجد کے اندر ادا کرنا ہی افضل ہے۔ گھروں میں تراویح ادا کرنے سے آدمی فضیلت مسجد سے محروم رہتا ہے اور حنابلہ وشوافع کا بھی یہی مذہب و مسلک ہے۔

(۳) **تراویح باجماعت سنت ہے:** تراویح کے اندر چوتھی سنت اسے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باجماعت ادا کرنا ہے۔ غیر مقلدین کے اس بارہ میں متضاد فتاویٰ آئندہ باب میں ملاحظہ فرمایئے۔ لیکن فقہاء احناف اسے بھی مسنون قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) حضرت ملا علی قاری الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی سستی کی وجہ سے نماز تراویح باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ (مرقات جلد۳ ص ۱۸۶) (۲) علامہ شرنبلالی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ صلوتها بالجماعة سنة كفاية ۔اس کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ (نور الایضاح ص ۷۲) (۳) تراویح کو باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ ہے۔ اگر تمام اہل محلہ نے اس کی جماعت ترک کر دی فقد تر کوا السنة تو انہوں نے سنت کو ترک کر دیا۔ (منیۃ المصلی ص ۱۰۰) (۴) والسنة فيها الجماعة ۔تراویح میں جماعت سنت ہے۔ (ہدایہ جلد۱ ص ۱۳۱) (۵) والجماعة فيها سنة على الكفاية ۔جماعت تراویح کے اندر سنت کفایہ ہے۔ (الدر المختار جلد۱ ص ۶۶۱) (۶) تراویح میں جماعت سنت ہے' ترک کرنے والے گنہگار ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد۴ ص ۲۵۵)

یاد رہے کہ شوافع کا بھی یہی مسلک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق ہمارے اصحاب نے باجماعت تراویح کی افضلیت پر اتفاق کیا ہے۔ بل ادعى بعضهم فيه اجماع الصحابه بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع صحابہؓ کا دعویٰ کیا ہے۔ (مرقاۃ جلد۳ ص ۱۸۶) اور امام بیہقی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ هذا لفضيلة صلوٰة التراويح فى الجماعة ۔نماز تراویح کی یہ فضیلت تو جماعت سے حاصل ہوتی ہے۔ (شعب الایمان جلد۳ ص ۱۷۹)

گویا یہ مسئلہ تقریباً اجماعی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ علامہ نووی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور ان کے جمہور اصحاب، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ اور بعض مالکیؒ علماء کے نزدیک نماز تراویح میں جماعت افضل ہے۔ كما فعله عمر بن الخطاب والصحابة ۔جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرامؓ کا فعل ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس پر مستقل عمل ہے۔ لانه من الشعائر الظاهرة ۔کیونکہ یہ اسلام کے ظاہری شعائر میں سے ہے۔ (نووی حاشیہ مسلم جلد۱ ص ۲۵۹) ۔علامہ کاسانی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کی سنتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسے باجماعت اور مسجد میں ادا کیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اسے مسجد میں باجماعت ادا کیا۔ لہذا اسے مسجد کے اندر باجماعت ادا

Telegram : t.me/pasbanehaq1

کرنا ہی سنت ہے۔ البتہ اس کی کیفیت کے بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ سنت موکدہ ہے یا سنت کفایہ۔ (بدائع الصنائع جلد ۱ ص ۲۸۸)

(۵) تراویح میں ختم قرآن سنت ہے: تراویح کی پانچویں سنت یہ ہے کہ اس میں قرآن پاک ختم کیا جائے اور فقہاء احناف کی کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

لان السنة فی التراویح الختم مرة ۔ نماز تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے۔

(الدر المختار جلد ۱ ص ۶۶۲ ۔ اعلاء السنن جلد ۷ ص ۶۴ ۔ فتاوی دار العلوم جلد ۴ ص ۲۴۷)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح میں ختم قرآن بھی مسنون ہے۔ لیکن یہ سنت موکدہ نہیں بلکہ سنت مستحبہ ہے۔ مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ اہل سنت بالخصوص فقہاء احناف کے نزدیک نماز تراویح میں پانچ سنتیں ہیں۔ (۱) نماز تراویح سنت ہے (۲) اس کی بیس رکعات سنت ہیں (۳) اس کا مسجد میں ادا کرنا سنت ہے (۴) اس کا باجماعت ادا کرنا سنت ہے (۵) اس میں کم از کم ایک قرآن کا ختم کرنا سنت ہے۔

غیر مقلدین سے ایک سوال: اب غیر مقلدین سے ہمارا سوال یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبویؐ سمیت دنیا میں پچانوے فی صد سے زائد مساجد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ اب جو شخص ان میں سے کسی مسجد میں باجماعت نماز پڑھتا ہے اسے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟ (۱) آٹھ رکعت تراویح پڑھ کے اور بارہ رکعت تراویح چھوڑ کر تقریباً دو تہائی حصہ قرآن سننے سے محروم رہے یا (۲) بیس رکعت تراویح پڑھ کر پورا قرآن سننے کی فضیلت حاصل کرے۔ بینوا توجروا۔ بہر حال ان کی خدمت کے لیے عرض ہے کہ مفتی اعظم سعودیہ الشیخ ابن باز کا فتوی یہ ہے کہ

السنة لاتمام مع الامام ولو صلى ثلاث وعشرين ركعة ۔ مقتدی کا اپنے امام کے ساتھ نماز مکمل کرنا سنت ہے۔ اگرچہ وہ تیئیس رکعت پڑھائے۔ (مجموع فتاوی الشیخ ابن باز جلد ۱۱ ص ۳۰۲)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

باب ہشتم

مذاہب غیر مقلدین

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعات تراویح کی مخالفت میں چودہ سو سالہ امت مسلمہ کو علی الاعلان دعوت مبارزت دینے اور اجماع امت کو برملا بدعت قرار دینے والے عصر حاضر کے نومولود فرقہ غیر مقلدین کے تراویح سے متعلق متضاد مذاہب بھی نقل کر دیے جائیں تاکہ ارباب بصیرت پر ان کی اصلیت بھی آشکارا ہو جائے۔

پہلا مذہب تراویح بدعت ضلالت ہے: تیسرے باب میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں جماعت تراویح کا اجرا نہیں فرمایا بلکہ سنت نبویؐ کا احیا فرمایا ہے لیکن روافض اسے ایجاد فاروقی قرار دے کر بدعت کہتے ہیں۔ بدقسمتی سے بعض معروف غیر مقلدین کا موقف بھی روافض کی طرح یہی ہے چنانچہ

نواب صدیق حسن خان بھوپالی ''اولیات فاروق اعظم'' کے تحت فرماتے ہیں کہ انہوں نے قیام شہر رمضان مسنون کیا۔ (تکریم المومنین بتقویم خلفاء راشدین ص ۸۲) نواب صاحب کے فرزند نواب نور الحسن خان فرماتے ہیں کہ آج کل کی مروجہ تراویح عہد نبویؐ میں ثابت نہیں بلکہ ایجاد حضرت عمرؓ است۔ (عرف الجادی ص ۸۴) یعنی باپ اور بیٹا دونوں اس پر متفق ہیں کہ مروجہ تراویح کا سنت نبویؐ سے تعلق نہیں بلکہ یہ فاروقی ایجاد ہے۔ اب اس فاروقی ایجاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ وہ باپ (نواب صدیق حسن خان) کی زبانی سن لیجیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا کہنا نعمت البدعة هذه قابل قبول نہیں کیونکہ کوئی بدعت قابل تعریف نہیں بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ ولم یقل بانها سنة۔ تراویح کو سنت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (الانتقاد الرجیح

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ص ۶۲ بحوالہ فتح المبین ص ۴۴۸)

غور طلب امر یہ ہے کہ جب تراویح سنت نہیں بلکہ بدعت ضلالت ہے تو پھر اس کی جماعت ورکعات کے بارے میں سیرت نبویؐ سے استدلال کیوں جائز ہوگا؟ چنانچہ اس کے جواب میں مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ سنت خلفاء راشدینؓ بیس رکعات تراویح ہے اور آنحضرت ﷺ نے سنت خلفاء راشدینؓ کی اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ پس کہنا غیر مقلدین کا کہ بیس رکعت بدعت عمریؓ ہے، جہالت ہے۔'' (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۸۹)

دوسرا مذہب تراویح بدعت حسنہ ہے: غیر مقلدین کے دوسرے مذہب کے مطابق تراویح بدعت حسنہ ہے چنانچہ

مولوی عبد القادر حصاروی لکھتے ہیں کہ ''بہر حال نماز عشا کے بعد تراویح جماعت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرنا جیسا کہ عام طور پر مروج ہے، نہ تعامل نبویؐ سے ثابت ہے نہ تعامل خلفاء اربعہ سے اس لیے یہ سنت نہیں ..... جائز ہے، بدعت حسنہ ہے، سنت موکدہ نہیں بلکہ سنت نبویؐ اور سنت خلفاء اربعہ بھی نہیں۔'' (صحیفہ اہل حدیث یکم رمضان ۱۳۹۲ھ) غالبًا یہ وہی مولوی عبد القادر حصاروی ہیں جو روایتی غیر مقلدانہ جوش عصبیت کا عظیم شاہکار اور بڑے پہنچے ہوئے غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے ''سیاحة الجنان بمناکحة اهل الایمان'' کے نام سے ایک خالص غیر مقلدانہ ذوق کی کتاب لکھی ہے جس میں وہ اپنے غیر مقلد بھائیوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ ''حنفیوں کے عقائد و اعمال ذکر کر کے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ مشرک اور بدعتی ہیں اور بدعتی کے بارے میں حدیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح آٹے سے بال۔ جب قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ مشرکین کو نکاح نہ دو اور نہ مشرکہ عورتوں سے نکاح کرو تو پھر اس زمانے کے مدعیان بالحدیث کس منہ سے اہل حدیث بنتے ہیں جو اہل بدعت حنفی مذہب والوں کو اپنی لڑکیاں دے رہے ہیں؟ یہ دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔'' (ص ۱۵)

سنی، حنفی مسلمانوں کو مشرک و بدعتی قرار دینا حصاروی صاحب کا ''میڈ ان برطانیہ'' خالص غیر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مقلدانہ ذوق تحقیق ہے اور حنفیوں کو لڑکیاں دینا بھی غیر مقلدین کی سردردی ہے لیکن حصاروی صاحب کا یہ فلسفہ ہمارے لیے ناقابل فہم ہے کہ نماز تراویح جب سنت نبوی بھی نہیں، اور تعامل خلفاء راشدینؓ سے بھی ثابت نہیں تو پھر وہ جائز اور بدعت حسنہ کیسے ہے؟

تیسرا مذہب۔ تراویح نفلی عبادت ہے: گزشتہ سطور میں فتاوی نذیریہ ج ا ص ۶۴۲ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ تراویح سنت موکدہ نہیں۔ غیر مقلدین کے تیسرے مذہب کے مطابق تراویح ایک نفلی عبادت ہے چنانچہ

مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ نماز تراویح سنت زائدہ ہے۔ (جنان البخاریہ ص ۹۴) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ لکھتے ہیں کہ نماز تراویح بھی نفلی ہے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸) یہ نفلی عبادت ہے۔ (مقالات مولانا غزنوی ص ۷۷) نماز تراویح ایک قسم کی نفلی نماز ہے، اس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (فتاویٰ برکاتیہ ج ۲ ص ۲۸۹)

غور فرمایئے کہ نماز تراویح جب نفلی عبادت ہے نہ اس کے ترک سے گناہ ہوتا ہے اور نہ اس کے پڑھنے پر کسی کو مجبور کیا جاسکتا ہے تو پھر اس کی رکعات پر جھگڑا کیسا؟ اور کیا یہ تراویح کی مسنون حیثیت کو مجروح اور کمزور کرنے کی سازش نہیں؟

چوتھا مذہب۔ تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے: غیر مقلدین کے چوتھے مذہب کے مطابق تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ "نماز تراویح اور تہجد دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے اور اگر رمضان میں سونے سے قبل عشا کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں۔" (صلوۃ الرسول ص ۳۷۸) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ "رمضان المبارک میں تراویح یا رمضان کا قیام یہ وہی نماز ہے جس کا ذکر پہلے تہجد کے نام سے ہوا۔ آنحضرت ﷺ اسے تمام سال پڑھتے تھے۔ رمضان المبارک میں اس قدر رعایت دی گئی کہ سونے سے پہلے عشا کی نماز کے ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہے اور رات کے آخری حصے میں جاگنے کے بعد بھی۔" (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

Telegram : t.me/pasbanehaq1

پانچواں مذہب تہجد و تراویح جدا جدا نمازیں

تنبیہ: غیر مقلدین کے پانچویں مذہب کے مطابق تہجد وتراویح الگ الگ نمازیں ہیں چنانچہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ''نماز تہجد تو سارا سال ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۶) دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ (عبد اللہ چکڑالوی کی) ''ساری کوشش کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی ایک ہی ہے، دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے، تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کا معنی ہے نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا۔ حدیث عائشہؓ سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اگر اس سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔'' (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۲) ''جس نماز تراویح کی سنیت کے ہم مدعی ہیں اس کا یہاں (حدیث انی خشیت ان یفرض علیکم میں) کوئی ذکر نہیں۔ یہ حدیث نماز تہجد سے متعلق ہے.... ہمارا دعویٰ اول شب کی نماز کے سنت ہونے کا ہے۔'' (ایضاً ص ۹۲) ''تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد اول رات کا ہے اور تہجد کا آخر رات کا۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۵۱) ''بہر حال قیام لیل غیر قیام رمضان ہے۔'' (نزل الابرار ص ۳۰۴ از نواب وحید الزمان) سید علی حسن خان اپنے والد نواب صدیق حسن خان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نماز تراویح ہمیشہ آٹھ رکعات کے ساتھ ادا کرتے تھے اور نماز تہجد بالالتزام بارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ (مآثر صدیقی ج ۴ ص ۶۴) شاید نواب صاحب اسی طرح اپنی بیس رکعات پوری کر لیتے ہوں۔ مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ رمضان المبارک میں بحالت قیام دو دفعہ قرآن سنتے۔ ایک دفعہ اول شب تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث سے اور پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبد السلام سے۔ (نتائج التقلید ص ۲۹)

ان حوالہ جات سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے پانچویں مذہب کے مطابق تہجد وتراویح دو الگ الگ اور مستقل نمازیں ہیں۔

چھٹا مذہب حضور علیہ السلام نے تراویح کے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

علاوہ تہجد کی نماز نہیں پڑھی: غیر مقلدین کے چھٹے مذہب کے مطابق آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک میں تراویح کے علاوہ تہجد ادا نہیں فرمائے چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی۔ پس تہجد مع وتر رمضان میں تراویح بن گئی۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۳۱۰) اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے رمضان میں فرائض کے علاوہ تراویح کے سوا کوئی نماز ثابت نہیں۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

ساتواں مذہب: حضور علیہ السلام سے تراویح کے علاوہ تہجد ثابت ہے: غیر مقلدین کے ساتویں مذہب کے مطابق آنحضرت ﷺ سے رمضان میں تراویح کے علاوہ تہجد پڑھنے کا ثبوت موجود ہے چنانچہ

> مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کی تین راتوں میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی مسجد میں جو باجماعت نماز پڑھائی تھی، اس میں اپنے آٹھ رکعات اور وتر علیحدہ تھے۔ (جفان الجعابیہ ص ۱۷۴ حاشیہ) مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں، ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعات سے زیادہ ہوگئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہے مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کردی کہ آنحضرتؐ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضورؐ نے اسی اول شب کی نماز کو تہجد کے قائم مقام قرار دے کر پھر تہجد نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہوجانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہوجاتا ہے مگر دونوں ایک نہیں۔'' (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳)

گویا مولانا امرتسری مرحوم آنحضرت ﷺ سے تراویح کے علاوہ تہجد ادا کرنے کی مطلق نفی نہیں کرتے بلکہ دونوں نمازیں ادا کرنے کی امکانی صورت بیان کررہے ہیں۔

آٹھواں مذہب: قیام رمضان اور تراویح الگ الگ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

فرمانِ نمبر ہفتیس : غیر مقلدین کے آٹھویں مذہب کے مطابق تراویح، قیام رمضان سے الگ نماز ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

قیام رمضان کا لفظ جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے، اس سے علی التحقیق وہ نماز مراد ہے جو ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں عشا کے بعد جماعت کے ساتھ خواہ اکیلے اکیلے پڑھی جائے، دونوں صورتوں میں قیام رمضان حاصل ہو جائے گا اور نماز تراویح بغیر جماعت کے حاصل نہ ہوگی۔ کرمانیؒ نے جو کہا ہے کہ قیام رمضان سے بالاتفاق تراویح مراد ہے، یہ انہوں نے ایک انوکھی بات کہی۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۴۳) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تراویح ایک تیسری نماز ہے کیونکہ ان کے نزدیک تہجد کی جماعت درست نہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب ص ۹۱)

تراویح بغیر جماعت کے درست نہیں اور قیام رمضان دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

نواں مذہب: تراویح با جماعت اور بلا جماعت دونوں صورتوں میں درست ہے : غیر مقلدین کے نویں مذہب کے مطابق نماز تراویح جماعت کے ساتھ بھی پڑھی جا سکتی ہے اور بغیر جماعت کے بھی چنانچہ مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ تراویح خواہ با جماعت پڑھے یا اکیلا خواہ گھر میں یا مسجد میں، یہ سب درست ہے۔ (لواء الاسلام ص ۳۱)

دسواں مذہب: تراویح بغیر جماعت کے جائز نہیں : غیر مقلدین کے دسویں مذہب کے مطابق نماز تراویح بغیر جماعت کے جائز نہیں چنانچہ لکھا ہے کہ قیام رمضان نماز تراویح سے اہم ہے کیونکہ نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے۔ اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو تراویح نہ ہوگی۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۴۳)

گیارھواں مذہب: پورا مہینہ باجماعت تراویح غیر مسنون ہے : غیر مقلدین کے گیارہویں مذہب کے مطابق رمضان کا پورا مہینہ نماز تراویح باجماعت ادا کرنا غیر مسنون ہے چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ فرماتے ہیں کہ

Telegram : t.me/pasbanehaq1

"رمضان کا پورا مہینہ نماز تراویح کا التزام [illegible] کا نتیجہ [illegible] حضرت عمر نے
[illegible] ہے [illegible] قرآن التزام [illegible] [illegible]
حکم نہیں کیا تھا پورا رمضان تراویح کی جماعت [illegible]
کا اہتمام بھی نہ ہوا تھا [illegible] حضرت عمر [illegible]"
حصہ پنجم ص ۱۴۳)

پورا مہینہ باجماعت نماز تراویح پڑھنے کے لیے حضرت عمر نے حکم دیا تھا کیا اس کا [illegible]
ہوا ہے یا نہیں؟ اور حضرت عمر اس میں شریک ہوتے تھے یا نہیں؟ یہ بحث تو [illegible] ہے یہاں
یہ معلوم ہوگیا کہ غیر مقلدین کا گیارھواں مذہب کیا ہے؟

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
رکعتیں [illegible] غیر مقلدین کے بارھویں مذہب کے مطابق تہجد کی [illegible] الگ
گیارہ رکعتیں ہیں چنانچہ مولوی عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں کہ

> بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (۱) رمضان المبارک کیا (۲) کیا غیر
> ماہ میں رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ [illegible] تہجد ہے جو
> کہ گھر میں اکیلے بوقت سحری پڑھی جاتی ہے۔ اور نمبر دو میں رمضان میں اول رات با جماعت
> جہری قراءت کے ساتھ مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ [illegible] روایات پر
> قیام رمضان کا نام دیا گیا ہے۔ (جمال الحجابیہ ص ۴۷) رمضان المبارک کی تین راتوں میں
> رسول اللہ نے صحابہ کرام کو اپنی مسجد میں جو باجماعت نماز پڑھائی تھی اس میں آپ نے [illegible]
> رکعات اور وتر علیحدہ تھے۔ (ایضاً ص ۴۷ حاشیہ)

یعنی قیام رمضان کی گیارہ رکعات الگ تھیں اور تہجد کی گیارہ رکعات الگ۔ یہاں یہ بات
وضاحت طلب ہے کہ کیا دونوں نمازوں کے لیے وتر الگ تھے؟ یا ایک ہی وتر دو بار پڑھے گئے؟ حالانکہ
مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں کہ

> اگر پہلی رات وتر ادا ہو جائیں تو دوبارہ وتر پڑھنا درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے لا
> وتران فی لیلۃ۔ ایک ہی رات میں دو دفعہ وتر نہ پڑھے جائیں۔ ویسے بھی وہ مطابق نہیں [illegible]

Telegram : t.me/pasbanehaq1

گے بلکہ جوڑا ہو جائیں گے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۶) اور الشیخ بن باز فرماتے ہیں کہ لا ینبغی لاحد ان یصلی وترین فی لیلة یعنی ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ا ص ۲۸۹)

لطیفہ: بعض غیر مقلدین نے ایک ہی رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے کی یہ عجیب صورت نکالی ہے کہ اگر کوئی شخص اول رات وتر پڑھ کر سو جاتا ہے اور پھر پچھلی رات کو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ تہجد پڑھنا چاہتے ہے تو پہلے ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ رکعت وتروں کے ساتھ مل کر جفت ہو جائے گی اور وتر ختم ہو جائیں گے۔ پھر تہجد سے فارغ ہو کر وتر پڑھ لے۔ (صحیفہ اہل حدیث جون ۱۹۶۴ء ص ۲۳) سوال یہ ہے کہ قبل از تہجد پڑھی جانے والی ایک رکعت رات کے وتروں کے ساتھ مل کر تو جفت ہو جائے گی لیکن اس کی اپنی منفرد حیثیت کیا ہوگی؟ منفرد حیثیت کی بنا پر اگر وہ وتر ہی ہے تو کیا ایک ہی شب میں یہ دوسری بار وتر ادا کر کے فرمان نبوی ﷺ کی خلاف ورزی لازم نہ آئے گی؟ ممکن ہے کوئی عقلمند غیر مقلد یہ کہہ دے کہ اس سے فرمان نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہرگز لازم نہیں آتی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تو ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے جبکہ ہم نے تو تین دفعہ وتر پڑھے ہیں۔ سونے سے قبل، تہجد سے قبل اور تہجد کے بعد۔ پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وتر کے بغیر تہجد ادا نہیں ہوتے کہ اس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں؟ اسی لیے مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ

"بعض آثار میں وتر توڑنے کا ذکر آیا ہے یعنی سحری کے وقت ایک رکعت پڑھ کر شفع کر دے پھر نوافل پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے۔ یہ بھی کمزور سی بات ہے۔ جب نماز ایک دفعہ ادا ہو گئی تو اسے دوبارہ پڑھنا درست نہیں۔" (رسول اکرم کی نماز ص ۹۷)

تیرھواں مذہب: تراویح گھروں میں پڑھنا افضل

مذہب: غیر مقلدین کے تیرہویں مذہب کے مطابق نماز تراویح گھر میں ادا کرنا افضل ہے چنانچہ ان کے شیخ الحدیث مولوی محمد یونس قریشی لکھتے ہیں کہ تہجد اور تراویح کی نماز آخر شب میں اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا افضل ہے۔ (دستور المتقی ص ۱۴۰) مولانا عبدالقادر حصاروی لکھتے ہیں کہ گھر میں تراویح پڑھنے سے فرضوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ ہزار نماز سے زیادہ ثواب حاصل

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہوتا ہے۔ گھر میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔ یہ عمل خدا اور رسول کو محبوب ہے۔ (صحیفہ اہل حدیث یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

غور فرمایئے یہ فضیلت و افضلیت پڑھ کر کس کم بخت کا جی چاہے گا، مسجد میں جا کر تراویح پڑھنے کو؟ کہیں یہ دشمنان عمرؓ کی طرف سے مسجدیں ویران کرنے کی گہری سازش تو نہیں؟ امام علی مرتضیٰؓ تو امام فاروق اعظمؓ کو تراویح کے ذریعہ مساجد آباد کرنے پر دعائیں دے رہے ہیں لیکن یہاں تو غیر مقلدین کی گنگا ہی الٹی بہتی ہے۔

«چودھواں مذہب» تراویح کی رکعات متعین نہیں: غیر مقلدین کے چودھویں مذہب کے مطابق رکعات تراویح غیر معین ہیں۔ چنانچہ

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ تراویح کا عدد معین سنت سے ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۹۸) نواب وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ و لا یتعین له عدد معین یعنی رکعات تراویح کی تعداد معین نہیں۔ (کنز الحقائق ص ۳۰۔ نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۶) نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ کی نماز میں ۱۱، ۲۰، ۲۱ اور ۲۳ رکعات کا اختلاف موجود ہے و بالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ۔ کسی مرفوع روایت میں رکعات تراویح کا عدد معین مذکور نہیں۔ (عرف الجادی ص ۸۴) مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ بداہتاً معلوم ہے کہ قیام رمضان مع وتر ۹، ۱۱، ۱۳ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۴۲) تہجد کی طرح تراویح میں بھی تعداد کی پابندی فرض نہیں، کم و بیش ہو جائیں تو بھی درست ہے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۸)

سوال یہ ہے کہ جب کسی مرفوع حدیث میں رکعات تراویح کا عدد معین موجود نہیں، عہد فاروقی میں حضرت ابی بن کعبؓ کی نماز کے اندر رکعات کا اختلاف موجود ہے تو پھر حدیث عائشہؓ و حدیث جابرؓ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

«پندرھواں مذہب» رکعات تراویح کا تعلق امور اجتہادیہ سے ہے: ہم دلائل و براہین کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کہ رکعات تراویح کا تعلق

Telegram : t.me/pasbanehaq1

سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہؓ اور اجماع امت سے ہے لیکن غیر مقلدین کے پندرہویں مذہب کے مطابق رکعات تراویح کا تعلق نہ تو سنت نبویؐ سے ہے اور نہ سنت خلفاء راشدینؓ سے بلکہ اس کا تعلق قیاسی واجتہادی امور سے ہے چنانچہ مولوی عنایت اللہ اثری فرماتے ہیں کہ تراویح تو ۸، ۲۰، ۴۰ تک پڑھی جاتی ہیں۔ یہ امور اجتہادیہ ہیں۔ ان میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ (جفان الجفایہ ص ۱۶۵) اثری صاحب اپنی غیر مقلد برادری کو دعوت دے رہے ہیں کہ رکعات تراویح کا معاملہ اجتہادی ہے، اسے سنت نبویؐ اور تعامل صحابہ سے تلاش کرنا درست نہیں۔ اجتہاد کو فعل شیطانی قرار دینے والوں کے لیے یہ لمحہ فکر یہ ہے کہ انہیں رکعات تراویح کے لیے بھی اجتہاد جیسے شیطانی فعل سے گزرنا ہوگا۔

سولہواں مذہب: تراویح میں گیارہ رکعات مسنون، باقی بدعت ہیں: غیر مقلدین کے سولہویں مذہب کے مطابق نماز تراویح کی گیارہ رکعات مسنون ہیں اور باقی بدعت ہیں اور یہ مذہب ہے غیر مقلدین کے محسن اعظم مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا (جنہوں نے اپنے حق الخدمت کے طور پر حکومت برطانیہ سے غیر مقلدین کے لیے لفظ اہل حدیث سرکاری طور پر الاٹ کرایا) چنانچہ انہوں نے باقاعدہ اشتہار شائع کر کے اعلان کیا کہ جس نے تراویح بیس رکعات پڑھیں، اس کی گیارہ رکعات مسنون بھی ادا نہ ہوئیں۔ (بحوالہ رسالہ تراویح مع ترجمہ ینابیع ص ۲۲) خطہ پنجاب میں بٹالوی صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے آٹھ تراویح کی سنیت کا نعرہ بلند کیا حالانکہ اس سے قبل پورے خطے میں بیس رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں چنانچہ مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ لاہور میں آٹھ تراویح کی ترویج آپ (بٹالوی صاحب) ہی سے ہوئی۔ (سیرت ثنائی ص ۴۵۲) مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ مقلدین کی ایک بڑی جماعت نے بیس رکعات مقرر کر کے بدعت شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے۔ (رفع الاختلاف ص ۵۴)

سترہواں مذہب: تراویح کی گیارہ رکعات مسنون، باقی مستحسن ہیں: غیر مقلدین کے سترہویں مذہب کے مطابق نماز تراویح کی گیارہ رکعات مسنون اور باقی مستحسن ہیں چنانچہ

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ اور تابعین ۲۰، ۳۸، ۴۱ رکعت پڑھتے رہے۔

Telegram : t.me/pasbanehaq1

نوافل کی کثرت مستحسن ہے۔ زیادہ کو کسی نے برا نہیں کہا۔ (تحریک آزادی فکر ص ۲۴۲) بعض آثار میں اور بعض ائمہ سے بھی بیس رکعت تک اور اس سے زیادہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اگر کوئی بطور نفل پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (رسول اکرمؐ کی نماز ص ۱۰۱) مولانا محمد داوٗد غزنوی فرماتے ہیں کہ اہل حدیث آٹھ رکعت تراویح سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص یا کوئی جماعت بیس یا چالیس رکعات تراویح پڑھے تو اسے بدعت نہیں کہتے۔ (مقالات داوٗد غزنوی ص ۷۷) اسی لیے مولانا داوٗد غزنویؒ اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آٹھ تراویح سنت رسول اللہ ﷺ کی ہے اور باقی بارہ رکعات مستحب ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۶ ص ۲۶۵) نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کی بیس رکعتیں قرار دی ہیں۔ یہ عدد اگرچہ خصوصیت کے ساتھ ثابت نہیں لیکن رمضان میں جماعت اور نماز پر صادق آتا ہے پس اسے بدعت کہنے کا کوئی معنی نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۸۳) اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ اور ائمہ اسلام سے بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس سوال کہ صحابہ کرامؓ میں کسی صحابی نے بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں یا نہیں؟ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ انفرادی طور پر بعض صحابہؓ نے بیس بھی پڑھی ہیں، چالیس بھی پڑھی ہیں مگر جماعت آٹھ ہی کی ہوتی تھی۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۵۳)

یہ بحث تو ہم تفصیل سے کر چکے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی باجماعت تراویح بیس رکعت تھی یا آٹھ لیکن مولانا سلفی اور مولانا امرتسری کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ تراویح کے عنوان سے بیس رکعات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں اور فتاویٰ برکاتیہ میں بھی یہ مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ سے بیس یا اکتالیس رکعت تراویح پڑھنا منقول ہے۔ (ص ۸۱) سوال یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت موجود ہے تو پھر بیس رکعت کو بدعت کہنا اور ان کے پڑھنے سے روکنا کتنی بڑی جسارت ہے۔

مولانا امرتسری کا فتویٰ: اسی لیے مولانا ثناء اللہ امرتسری بیس رکعات تراویح سے روکنے والے کو گنہ گار قرار دیتے ہیں چنانچہ

ان سے سوال ہوا کہ احناف لوگ امام اہل حدیث کے پیچھے آٹھ رکعات تراویح ادا کر کے باقی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

بارہ رکعات اپنے مذہب کے مطابق کسی امام کے پیچھے اسی مسجد میں باجماعت پڑھتے ہیں، کیا اہل حدیث ان کو منع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث ان کو منع نہیں کر سکتے۔ کریں گے تو گنہ گار ہوں گے۔ تراویح کی رکعات مسنونہ آٹھ ہی ثابت ہیں تاہم باقی نوافل سے تو کم نہیں۔ خصوصاً اس حال میں کہ بہت سے ائمہ اسلام کا یہی مذہب ہے۔ پس بند کرنا گناہ ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۵۸۶)

مولانا امرتسری مرحوم کے مذکورہ فتویٰ سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی ہے کہ بیس رکعات تراویح بہت سے ائمہ اسلام کا مذہب ہے اس لیے اگر اہل سنت والجماعت احناف کو کسی وجہ سے غیر مقلدین کی مسجد کے اندر غیر مقلد امام کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کا اتفاق ہو جائے تو وہ اسی مسجد میں تراویح کی اپنی بقیہ رکعات کسی سنی حنفی امام کی اقتدا میں پوری کر سکتے ہیں۔ غیر مقلدین انہیں ہرگز روک نہیں سکتے۔ اگر روکیں گے تو گنہ گار ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین کی مسجد میں اگر کسی حنفی کو اپنے حنفی امام کی اقتدا میں بیس رکعات تراویح پوری کرنے سے روکنا گناہ ہے تو احناف کو ان کی اپنی مساجد میں بیس رکعات پڑھنے سے منع کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا؟ اور پھر اسے بدعت قرار دے کر اس کے خلاف تقریری وتحریری محاذ قائم کر لینا تو یقیناً اس سے بھی بڑا گناہ ہوگا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز کا فتویٰ: غیر مقلدین کی مساجد میں ان کے امام کی اقتدا میں آٹھ رکعات پڑھ کر اسی مسجد کے اندر اپنی بقیہ بارہ رکعات اپنے حنفی امام کی اقتدا میں پوری کرنے کا حکم اہل سنت والجماعت احناف کے بارے میں آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مقلد اہل سنت والجماعت احناف، شوافع، حنابلہ یا مالکیہ کی مسجد میں نماز تراویح پڑھنے کے لیے آئے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ امام کی اقتدا میں بیس پوری کرے یا آٹھ پڑھ کر چلا جائے؟ اس بارے میں سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ ابن بازؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

ان سے سوال کیا گیا کہ بیس رکعات تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے صرف گیارہ رکعت پر اکتفا کر کے باقی رکعات امام کے پیچھے نہ پڑھنے والے کا یہ فعل کیا موافق سنت ہے؟ اس کے جواب میں امام حرم فرماتے ہیں کہ:

Telegram : t.me/pasbanehaq1

السنة الاتمام مع الامام ولو صلى ثلاثا وعشرين ركعة لان الرسول ﷺ قال من قام مع الامام حتى ينصرف كتب الله له قيام ليلته وفي اللفظ الآخر بقية ليلته فالافضل للماموم ان يقوم مع الامام حتى ينصرف سواء صلى احدى عشرة ركعة او ثلاث عشرة او ثلاثا وعشرين او غير ذالک هذا هو الافضل ان يتابع الامام حتى ينصرف والثلاث وعشرون فعلها عمر رضی الله عنه والصحابة فليس فيها نقص وليس فيها اخلال بل هي من السنن سنن الخلفاء الراشدين (مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۲، ۳۰۵)''امام کے ساتھ نماز پوری کرنا سنت ہے اگر چہ وہ تیئیس رکعات پڑھائے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے ساتھ آخر تک قیام کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے پوری رات یا بقیہ رات کے قیام کا بھی ثواب لکھ دیتے ہیں۔ افضل یہی ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ نماز پوری کرے خواہ امام گیارہ رکعات پڑھائے یا تیرہ رکعات یا تیئیس رکعات یا اس کے علاوہ۔ نماز کے آخر تک امام کی اقتدا افضل ہے اور تیئیس رکعات تراویح حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا فعل ہے جس میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ کوئی نقص بلکہ یہ خلفاء راشدینؓ کی سنتوں میں سے ہے''

غور فرمائیے کہ الشیخ ابن بازؒ صاف طور پر یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ تیئیس رکعات نماز تراویح پڑھانے والے امام کی اقتدا میں نماز پوری کرنا ہی سنت و افضل ہے اور درمیان میں چھوڑ کر چلے جانا خلاف سنت اور خلاف افضل ہے لہٰذا غیر مقلدین پر لازم ہے کہ وہ حنفیوں کو درمیان میں تراویح چھوڑنے پر اکسانے کے بجائے خود بھی حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی صورت میں تیئیس رکعات پوری کریں اور درمیان میں چھوڑ کر سنت و افضلیت کے تارک نہ بنیں۔

یاد رہے کہ شیخ ابن باز کا موقف یہ ہے کہ **الافضل في قيام رمضان ان يصلي المسلمون في مساجدهم احدى عشرة ركعة او ثلاث عشرة ركعة** یعنی قیام رمضان میں افضل یہ ہے کہ مسلمان مساجد میں گیارہ یا تیرہ رکعات ادا کریں۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۱) لیکن اس کے باوجود وہ تیئیس رکعات کو حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ کا فعل بھی تسلیم کرتے ہیں اور خلفاء راشدینؓ کی سنت بھی نیز وہ حدیث ابن عمر (**صلوة الليل مثنى مثنى**) کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ **و دل عليها**

Telegram : t.me/pasbanehaq1

حدیث ابن عمر رضی الله عنه لان النبی ﷺ لم یحدد فیه عددا معینا بل قال صلاة اللیل مثنی مثنی یعنی یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیام رمضان کے لیے کوئی عدد متعین نہیں کیا بلکہ یہی فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ (ایضاً ص ۳۰۲ و ص ۳۰۵) گویا شیخ ابن بازؒ کے استدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود تو گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھی ہیں لیکن امت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی البتہ خلفاء راشدینؓ کی سنت اور صحابہ کرامؓ کا تعامل تیئیس رکعات کا ہی ہے۔

اٹھارہواں مذہب، بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے: غیر مقلدین کے اٹھارہویں مذہب کے مطابق بیس رکعات نماز تراویح پڑھنا سنت خلفاء راشدینؓ ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ گیارہ رکعتیں آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں اور بیس رکعتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اضافے سے ہوئی ہیں۔ اضافے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ تعداد میں سنت نبویؐ (گیارہ رکعت) بھی داخل وشامل ہے، پس بڑھائی ہوئی رکعات پر عمل کرنے والا بھی سنت پر عمل کرنے والا ہے۔ (ہدایۃ السائل ص ۱۳۸) نواب وحید الزمان خان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح بیس رکعتیں پڑھنا منقول ہے۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۳۳۳) بیس رکعات تراویح کی خلفاء راشدینؓ سے منقول ہیں۔ (ایضاً ج ۲ ص ۶۷۹) بہرحال آنحضرت ﷺ سے بیس رکعتیں تراویح کی پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ صرف آٹھ رکعتیں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ بیس رکعتیں حضرت عمرؓ کے زمانے سے منقول ہیں تو آٹھ رکعتیں سنت نبویؐ اور سنت خلفاء راشدینؓ دونوں ہیں اور بیس رکعتیں سنت ہیں خلفاء راشدینؓ کی اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ **تمسکوا بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** (ترجمہ موطا ج ص)

چنانچہ سنت خلفاء راشدینؓ کے مطابق اہل سنت والجماعت کے متواتر مذہب بیس رکعات کے خلاف جب مولانا محمد حسین بٹالوی نے اشتہار شائع کیا اور اس میں بیس رکعت تراویح کو بدعت قرار دیا تو میاں نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد رشید اور مولانا محمد عبداللہ غزنویؒ کے مرید خاص مشہور غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول صاحب (قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ) نے بٹالوی صاحب کو غالی مولوی قرار دیتے

Telegram : t.me/pasbanehaq1

ہوئے ان کا رد لکھا۔ فرماتے ہیں:

''لہٰذا ہم چند ثقہ روایتیں پیش کرتے ہیں۔ ان سے آنحضرت ﷺ کی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے اور خلفاء راشدینؓ کی سنت پر بھی اور اس میں اجر بھی زیادہ ہے۔'' (رسالہ تراویح مع ترجمہ ینابیع ص ۲۳) ''عہد فاروقی سے لے کر اس وقت تک صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے سواد اعظم کے عمل سے تیئیس رکعات پڑھی جاتی ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۸)

نتائج بیانیہ عبرت: غیر مقلدین کے مذکورہ اختلاف مذاہب سے یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ آج تک اندرون خانہ تراویح کی شرعی حیثیت اور اس کی رکعات کی مسنون پوزیشن پر بھی کوئی متفقہ اور مسلمہ رائے قائم نہیں کر سکے اور اس بارے میں مختلف و متضاد نظریات کے معجون مرکب کی بنیاد پر انہوں نے صرف احناف کے خلاف ایک متوازی و مقابل محاذ قائم کر رکھا ہے ورنہ مسئلہ کی متفقہ اور مسلمہ حیثیت سے وہ بھی باخبر ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں احناف دشمنی کے مہلک وخطرناک مرض سے نجات عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

سوال نامہ

مذکورہ مذاہب غیر مقلدین کی روشنی میں عصر حاضر کے غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ:

(۱) کیا واقعی تراویح بدعت ضلالت ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر نہیں تو نواب صدیق حسن خان کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

(۲) کیا واقعی تراویح سنت نہیں، بدعت حسنہ ہے؟ اگر نہیں تو مولوی عبد القادر حصاروی کے بارے میں کتابچہ کب شائع ہوگا؟

(۳) کیا واقعی تراویح نفلی واختیاری عبادت ہے جسے بلا عذر ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں؟

(۴) کیا واقعی سنت کے مطابق تہجد و تراویح ایک ہی نماز ہے؟ اگر ایک ہی ہے تو نواب صدیق حسن، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان اور مولانا امرتسری کے خلاف اشتہار کب شائع ہوگا جو دونوں کو الگ الگ قرار دیتے تھے؟

(۵) کیا واقعی قیام رمضان، تراویح سے الگ کوئی نماز ہے؟ اگر الگ نماز ہے تو اس کی رکعات کتنی ہیں؟

(۶) کیا واقعی نماز تراویح باجماعت کے بغیر جائز نہیں؟ اگر کوئی پڑھ لے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ تراویح ادا ہوگی

Telegram : t.me/pasbanehaq1

یا نہیں؟

(۷) کیا واقعی تہجد اور تراویح کی الگ الگ گیارہ رکعات ہیں؟ اگر ہیں تو سنت کی روشنی میں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟

(۸) تراویح اول شب پڑھنی افضل ہے یا آخر شب؟ سنت نبوی کی روشنی میں وضاحت فرمائیے۔

(۹) تراویح گھر میں پڑھنی افضل ہے یا مسجد میں؟ اور جو گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیتے ہیں، ان پر کیا فتویٰ ہوگا؟

(۱۰) کیا واقعی تراویح کی رکعات متعین نہیں؟ اگر متعین ہیں تو ۹، ۱۱، ۱۳، ۲۰، ۴۰ تراویح پڑھنے کی اجازت دینے والوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر رکعات متعین نہیں ہیں تو آٹھ اور بیس کا جھگڑا کرنے کے مقاصد کیا ہیں؟

(۱۱) کیا واقعی تراویح کی گیارہ رکعات مسنون اور باقی بدعت ہیں؟ اگر بدعت ہیں تو پڑھنے والوں کا کیا حکم ہے؟ فتویٰ دینے سے قبل گزشتہ اوراق میں ان کی فہرست ضرور ملاحظہ فرمالیجیے۔ اور اگر بدعت نہیں تو انہیں بدعت قرار دینے والوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۱۲) کیا واقعی تراویح کی گیارہ رکعات مسنون اور باقی مستحسن ہیں؟ اگر مستحسن ہیں تو پڑھنے والوں کے خلاف مناظرہ بازی اور اشتہار بازی کا سلسلہ کیوں؟ کیا مستحسن عمل سے کسی کو روکنا جائز ہے؟

(۱۳) کیا واقعی بیس رکعات سنت خلفاء راشدینؓ نہیں؟ اگر نہیں تو مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز پر کیوں فتویٰ جاری نہیں ہوتا جو بیس رکعات کو سنت خلفاء راشدینؓ قرار دیتے ہیں؟

(۱۴) کیا واقعی غیر مقلدین کی مساجد میں احناف کو اپنی بیس رکعات تراویح اپنے امام کی اقتدا میں پوری کرنے سے روکنا گناہ ہے؟ اگر نہیں تو سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے بارے میں کیا رائے ہے؟

(۱۵) کیا واقعی غیر مقلدین کو اہل سنت کی مساجد میں سنی امام کے پیچھے بیس رکعات پوری کرنا ضروری ہیں؟ اگر نہیں تو الشیخ بن بازؒ پر کب فتویٰ جاری ہوگا جو اسے سنت قرار دیتے ہیں؟

اپنے ناقص علم و مطالعہ کی بنیاد پر ہم نے مستند کتب کے حوالے سے مسئلہ تراویح کے جملہ پہلوؤں پر مدلل بحث قارئین کے سامنے پیش کر دی ہے اور غیر مقلدین کے اس بارے میں متضاد نظریات بھی تحریر کر دیے ہیں تاکہ مسئلہ تراویح کو اس کی پوری حقیقت کے ساتھ سمجھنے میں آسانی رہے۔ خدا تعالیٰ اسے عمومی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاک پائے احناف و ننگ اسلاف

عبد الحق خان بشیر

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

Telegram : t.me/pasbanehaq1

مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر کی

تالیفات

(۱) قادیانیت کے نشیب وفراز

(۲) سیرت وشہادت امام مظلوم سیدنا عثمان غنیؓ (زیرطبع)

(۳) شرعی پردہ۔آبرو کا ضامن یا آرزو کا دشمن؟ (زیرطبع)

(۴) تاریخ ومسلک علماء دیوبندؒ (زیرطبع)

(۵) برصغیر پاک وہند کے بزرگان دین کے
غیرمقلدین کی گہری سازش

(۶) عقائد ونظریات اہل سنت والجماعت (زیرطبع)

(۷) تنظیم فکرولی اللٰہی اپنے افکار کے آئینے میں (زیرطبع)

(۸) مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے فریب وفراڈ

(۹) نماز تراویح اور مذاہب اہل حدیث

(۱۰) حرم نبوی سے کربلائے معلیٰ تک (زیرترتیب)

Telegram : t.me/pasbanehaq1